GIRRAJ GOVT COLLEGE(A)

NIZAMABAD

DEPARTMENT OF URDU

STUDENTS STUDY PROJECT IN URDU

TOPIC

رپورتاژ نگاری کا فن اور منتخب اردو رپورتاژ

REPORTACH NIGARI KA FUN AUR MUNTAQAB URDU RPORTACH

SUPERVISED BY

Dr M Aslam Faroqui

SUBMITTED BY

BCom II Year U/M Students

DEPT OF URDU -2017

GIRRAJ GOVT COLLEGE (A) NIZAMABAD

DEPARMENT OF URDU

CERTIFICATE

This is to certify that the students study project entitled " Reportach Nigari Ka Fun aur Muntaqab Urdu Reportach " is an original work carried out by bonafide students of B.Com II year U/M sutdents in the academic year 2016-17 under the supervision of Dr Mohd Aslam Faroqui Head Dept of Urdu Girraj Govt College(A) Nizamabad.

Project Presenters

B.Com II year U/M sutdents

S.NO	NAME OF THE STUDENT	ROLL NO
1	Fouzia Tabassum	5005-15- 401-804
2	Ayesha Mumera	5005-15- 401-803
3	Nilofer Tabassum	5005-15- 401-817
4	Sumayya Firdouse	5005-15- 401-830
5	Mohd Arif	5005-15- 401-810
6	Mohd Fayazuddin	5005-15- 401-838

Supervisor   Principal

رپورتاژ نگاری کا فن اور منتخب اردو رپورتاژ

تحقیقی پراجکٹ کا تعارف: رپورتاژ ایک جدید نثری صحافتی صنف ہے۔ادبی اجلاس ہوں یا کوئی محفل اس کی روداد اس انداز میں لکھنا کہ قاری کو اصل محفل میں شرکت کا احساس ہوجائے اسے رپورتاژ کہتے ہیں۔ ''رپورتاژ نگاری کا فن اور منتخب اردو رپورتاژ'' پراجکٹ میں رپورتاژ کی تعریف کرتے ہوئے گری راج کالج میں منعقد دوقومی اردو سمیناروں کے رپورتاژ اور حیدرآباد و دیگر مقامات پر منعقدہ اردو مشاعروں اور سمیناروں کے رپورتاژ پیش کیے جارہے ہیں۔

تحقیقی پراجکٹ کی اہمیت: رپورتاژ نگاری کا فن اور منتخب اردو رپورتاژ' کی اہمیت اس طرح ہے کہ اس پراجکٹ کے ذریعے سے رپورتاژ نگاری کے فن سے واقفیت ہوگی اور خود کالج میں منعقدہ سمیناروں کے رپورتاژ کیسے لکھے گئے ہیں ان سے بھی آگہی ہوگی۔

طریقہ کار: اس پراجکٹ میں ابتدا میں رپورتاژ نگاری کے فن اور اس کے ارتقاء سے متعلق معلومات پیش کی جائیں گی۔ اس کے بعد اردو کے چند منتخب رپورتاژ پیش کیے جائیں گے۔

رپورتاژ کی تعریف: رپورتاژ ایک جدید نثری صحافتی صنف ہے۔ اسے بطور ادبی صنف صرف اردو ادب میں برتا گیا۔لفظ (Reportage) لاطینی اور فرانسیسی زبانوں کے خاندان سے ہے جو انگریزی میں (Report) رپورٹ کے ہم معنی ہے۔رپورٹ سے مراد تو سیدھی سادی لفظی تصویر پیش کرنے کے ہیں۔لیکن اگر اس رپورٹ میں ادبی اسلوب،تخیل کی آمیزش اور معروضی حقائق کے ساتھ ساتھ باطنی لمس بھی عطا کیا جائے تو یہ صحافت سے الگ ہوکر ادب میں شامل ہوجاتی ہے۔چنانچہ رپورتاژ ایسا مضمون ہوتا ہے جس میں کسی تقریب' کانفرنس' سمینار'ادبی اجلاس' مشاعرہ یا محفل کا آنکھوں دیکھا حال جزئیات کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔یہ آنکھوں دیکھا حال صرف روداد کی پیشکشی تک محدود نہیں ہوتا بلکہ اس میں رپورتاژ نگار کے جذبات اور اسلوب کی ندرت بھی شامل ہوتی ہے۔رپورتاژ پڑھنے سے قاری کو کسی محفل کے مکمل احوال معلوم ہوجاتے ہیں۔اور وہ گھر بیٹھے محفل میں شرکت کا مزہ لے لیتا ہے۔رپورتاژ میں واقعہ نگاری' جزئیات نگاری اور اسلوب کی چاشنی اہمیت رکھتے ہیں۔

اردو میں رپورتاژ نگاری کی روایت: اردو میں ترقی پسند تحریک کے زیر اثر رپورتاژ لکھنے کا رواج شروع ہوا۔1940ء میں سجاد ظہیر نے ''یادیں'' کے عنوان سے پہلا رپورتاژ لکھا۔کرشن چندر کا لکھا ہوا رپورتاژ ''پودے''،عصمت چغتائی کا ''بمبئی سے بھوپال تک'' عادل رشید کا ''خزاں کے پھول'' صفیہ اختر کا ''اک ہنگامہ'' فکر تونسوی کا ''چھٹا دیا'' ابراہیم جلیس کا ''دوملک ایک کہانی'' خدیجہ مستور کا ''پو پھٹے'' جگن آزاد کا ''پشکن کے دیس میں اردو کے چند مشہور رپورتاژ ہیں۔اسی طرح فرحت اللہ بیگ کا رپورتاژ ''دہلی کا یادگار شاہی مشاعرہ'' شاہد احمد دہلوی کا ''دلی کی بپتا'' محمود ہاشمی کا ''کشمیر اُداس ہے''۔قرۃ العین حیدر کا ''ستمبر کا چاند'' بھی اردو کے مقبول رپورتاژ ہیں۔

اکیسویں صدی اردو ادب چیلنجز اور ان کا حل

شعبہ اردو گری راج کالج نظام آباد کے زیر اہتمام منعقدہ دو روزہ قومی سمینار کا رپورتاژ

جس طرح ہندوستان کے نقشہ میں ادبی علمی اور تہذیبی اعتبار سے دہلی اور لکھنو کو طرّہ امتیاز حاصل ہے اور یہ دونوں شہر اردو ادب کی تاریخ میں دبستان دہلی اور دبستان لکھنؤ کے طور پر جانے جاتے ہیں۔اسی طرح تلنگانہ کے نقشہ میں نظام آباد کو بھی علمی‘ادبی‘ تہذیبی اور فروغ اردو کے اعتبار سے اپنی ایک منفرد حیثیت حاصل ہے۔ بہت کم شہر علمی وادبی طور پر اتنے مالا مال ہوتے ہیں کہ ان کے آگے بادشاہوں کے خزانے بھی ہیچ معلوم ہوتے ہیں۔شہر نظام آباد دارالحکومت حیدر آباد سے 171 کلو میٹر شمال میں واقع ہے۔ یہ شہر ریاست آندھرا پردیش کا ایک گنجان آبادی والا ضلع ہے۔ یہاں کی کل آبادی 10 لاکھ سے تجاوز ہے۔ابتداء ہی سے نظام آباد کی سرزمین اردو ادب کے لئے بہت زرخیز ثابت ہوئی ہے اسی سرزمین نے کئی ایسے نامور افسانہ نگار‘شاعر اور صحافی پیدا کئے جنہوں نے ساری دنیا میں اپنا اور اپنے وطن کا نام روشن کیا۔جن میں قابل ذکر اقبال متین‘ پروفیسر ڈاکٹر بیگ احساس‘انیس فاروقی‘ وغیرہ ہیں۔اس کے علاوہ حیدر آباد کے بعد نظام آباد سے سب سے زیادہ اردو اخبارات ورسائل نکلتے ہیں جن میں قابل ذکر ماہنامہ للکار‘ماہنامہ گونج‘ ماہنامہ فکر جمہور‘ ماہنامہ بساط ذکر وفکر‘اور روزناموں میں روزنامہ مارننگ ٹائمز‘روزنامہ آج کا تلنگانہ‘اور روزنامہ محور‘روزنامہ اربن نیوز‘ اور تمہید وغیرہ قابل ذکر ہیں۔اسی طرح یہاں پر کئی ادبی محفلوں کا انعقاد بھی ہوتا رہتا ہے۔لیکن نظام آباد کی تاریخ میں پہلی مرتبہ گرراج گورنمنٹ کالج کے گولڈن جوبلی آڈیٹوریم میں 5 اور 6 فروری 2013ء کو اردو کا دو روزہ قومی سمینار بعنوان ’’اکیسویں صدی اردو ادب چیلنجز اور ان کا حل‘‘ منعقد کیا گیا۔ جو انتہائی کامیاب رہا۔اس سمینار کے روح رواں اور کنوینر جناب ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی لیکچرار اردو وصدر شعبہ اردو گرراج کالج تھے۔سمینار کے لئے عصر حاضر کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر موضوع کا انتخاب کیا گیا۔ یونیورسٹی آف حیدر آباد‘اردو یونیورسٹی اور عثمانیہ و تلنگانہ وساتاواہانا یونیورسٹی کے پروفیسروں اور اساتذہ سے مشورے کئے گئے۔اور کافی تشہیر اور تیاری کے بعد سمینار کا اہتمام کیا گیا۔5 فبروری کی صبح سے ہی گولڈن جوبلی ہال میں مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا کرناٹک‘ مہاراشٹرا اور آندھرا پردیش کے مختلف اضلاع سے مقالہ نگار نظام آباد پہونچے۔ پروگرام کا آغاز صبح 10 بجے سے ہونے والا تھا لیکن مقررہ وقت سے بہت پہلے ہی گرراج کالج کا گولڈن جوبلی آڈیٹوریم اپنی تنگ دامنی کا شکوہ کررہا تھا۔اسی ماحول میں مہمانان خصوصی جن میں پروفیسر مظفر شہ میری‘پروفیسر انور الدین‘ پروفیسر نسیم الدین فریس‘ ڈاکٹر محسن جلگانوی‘ ڈاکٹر اطہر سلطانہ‘ پروفیسر ڈاکٹر فضل اللہ مکرم‘اور ڈاکٹر محسن جلگانوی تشریف لاتے ہیں۔ تالیوں کی گونج میں مہمانوں کا استقبال ہوتا ہے اور مہمانوں کی آمد کے بعد قومی اردو سمینار کا باضابطہ آغاز کیا گیا۔

کالج کے لیکچرر محمد عابد علی نے افتتاحی اجلاس کی نظامت کی۔انہوں نے تمام مدعو مہمانوں کو شہ نشین پر بلایا۔ مہمانوں کو گلہائے عقیدت پیش کئے گئے۔کالج کے ایک طالب علم عبدالسلام قمر نے علامہ اقبال کی شاہکار نظم ’’یارب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے‘‘ کو اپنے

مخصوص اور مترنم انداز میں پڑھ کر تمام محفل کے قلوب کو گرما دیا۔اس کے بعد اسی کالج کی تین طالبات نے علامہ اقبال کے ترانہ ہندی ’’ سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا‘‘ کو خوبصورت انداز میں پڑھ کر محفل کا باضابطہ آغاز کر دیا۔اس کے بعد الحاج ڈاکٹر محمد ناظم علی پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج موڑتاڑ نے شہ نشین پر تشریف فرما مہمانان خصوصی پروفیسر مظفر شہ میری‘ پروفیسر انوار الدین‘ پروفیسر نسیم الدین فریس‘ ڈاکٹر محسن جلگانوی‘ ڈاکٹر اطہر سلطانہ‘ ڈاکٹر فضل اللہ مکرم‘ جناب تبسم فریدی ایڈیٹر روز نامہ مانگ ٹائمز اور ڈاکٹر سلمان عابد مرتب سپلیمنٹ جہانِ نو روز نامہ اعتماد اور گرراج کالج کے پرنسپل پروفیسر ایس لمبا گوڑ وغیرہ کا تعارف پیش کیا۔ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی صدر شعبہ اردو گرراج گورنمنٹ ڈگری کالج نے تمہیدی خطاب کیا۔انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ اکیسویں صدی میں جہاں دنیا ایک عالمی دیہات میں تبدیل ہوگئی ہے۔اور معاشرہ اور انسانی زندگی اس صدی میں جن مسائل سے گذر رہی ہے۔ان میں اپنی زبان اور اپنی تہذیب کا تحفظ اہم مسئلہ ہے اور نوجوان نسل کو اردو سے واقف کروانا اور ان کے مسائل کا حل نکالنا بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔اور اس کے ساتھ ساتھ اردو کو عصر حاضر کے تقاضوں جیسے کمپیوٹر‘ انٹرنیٹ‘ وغیرہ سے ہم آہنگ کرنا بھی ضروری ہے۔اسی لئے گرراج گورنمنٹ کالج نظام آباد کے شعبہ اردو کے تحت اور یو جی سی (سی پی ای گرانٹس) کے زیر اہتمام دو روزہ قومی سمینار کا انعقاد کیا گیا ہے۔تاکہ اس سمینار کے ذریعہ اردو کا مستقبل‘ اور اس کے رسم الخط کے تحفظ اور اردو کے فروغ کے سلسلے میں لائحہ عمل طئے کیا جائے۔پروفیسر ایس لمبا گوڑ پرنسپل گورنمنٹ گرراج ڈگری کالج نظام آباد نے اپنے خطاب میں کہا کہ ضلع نظام آباد میں 1956ء میں صنعت کارگری راج مل نے یہ کالج قائم کیا جو 1960 میں گرراج کالج کے نام سے حکومت کے زیر نگرانی آ گیا۔لیکن اس کالج میں 1983 میں اردو میڈیم سیکشن قائم کیا گیا۔یہاں یو جی سطح پر بی اے‘ بی کام‘ بی ایس سی‘ کورسیز اردو‘ تلگو‘ اور انگریزی میڈیم‘ سے ہیں۔جبکہ پی جی سطح پر سات مضامین کے کورسیز دستیاب ہیں۔اور NAAC نے پہلی مرتبہ کالج کو B+ کا درجہ عطا کیا ہے۔اُمید ہیکہ کالج کے اساتذہ کی کوششوں اور طلباء کی سخت محنت و جستجو سے کالج مستقبل قریب میں اے زمرہ کا درجہ حاصل کریگا۔پروفیسر نسیم الدین فریس صدر شعبہ اردو مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے اپنے خطاب میں کہا کہ اردو ایک سیکولر زبان ہے اس کی تعمیر میں ہندوستان کی تمام قومیں شامل ہیں۔لیکن آج اردو کو مسلمانوں کی زبان کہہ کر اسے اس کے حق سے محروم کیا جا رہا ہے جب کہ تاریخ گواہ ہیکہ اردو کے چوٹی کے ادیب‘ شاعر‘ صحافی‘ ناول نگار‘ اور رائٹرس وغیرہ سب غیر مسلم تھے۔جیسے پریم چند‘ رگھو پتی سہائے فراق گھورکھپوری‘ راجندر سنگھ بیدی‘ برج نارائن چکبست‘ کرشن چندر‘ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔اس کے علاوہ ان شعراء اور ادباء نے بھی اردو کی بہت خدمت کی ہے۔جن کی مادری زبان اردو نہیں تھی۔جیسے فیض احمد فیض‘ مجروح سلطان پوری‘ احمد ندیم قاسمی‘ وغیرہ اہم ہیں۔انہوں نے مزید کہا کہ اردو زبان نے جدوجہد آزادی میں بہت کلیدی رول ادا کیا ہے۔انہوں نے دوٹوک انداز میں کہا کہ اردو صحافت نے جتنے جرمانے ادا کئے ہے کسی اور زبان کی صحافت نے اتنے جرمانے ادا نہیں کئے۔اردو زبان میں ساری تہذیبوں اور ساری قوموں کو ساتھ لے کر چلنے کی صلاحیت موجود ہے۔انہوں نے تقریب کے روح رواں کنوینر سمینار ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی کی پذیرائی کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی اپنے قلم کے ذریعہ مسلسل اپنے وجود کا احساس دلاتے رہتے ہیں۔اردو دنیا کو ان سے بہت توقعات وابستہ ہیں۔اور انہوں نے اس عالیشان سمینار کے انعقاد کے

موقع پر ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی کو مبارکباد پیش کی۔ پروفیسر انورالدین صاحب شعبہ اردو یونیورسٹی آف حیدرآباد نے اپنے خطاب میں کہا کہ اکسیویں صدی اردو ادب چیالنجز اوران کا حل ایک اہم موضوع ہے۔ بلکہ یہ موضوع ہی سمینار کی کامیابی کی ضمانت ہے۔اردو کی فروغ اوراس کی بقاء کے لئے ہر ایک اہل اردو نمایاں کردار ادا کرسکتا ہے۔اور کرنے کا عزم اور حوصلہ ہونا چاہیے۔کیونکہ کوئی بھی کارنامہ ادارے نہیں بلکہ ارادہ کرتا ہے۔انہوں نے کہا کہ وہ اپنی زندگی کے گیارہ سالہ تدریس کے دوران 37 سمینار کئے ہیں۔لیکن گرراج کالج میں منعقد ہونے والے اس سمینار جیسا سمینار میں نے ابھی تک نہیں دیکھا۔انہوں نے سمینار کے روح رواں کے متعلق کہا کہ ڈاکٹر اسلم فاروقی علمی و ادبی دنیا میں اپنے قلم سے بہت مشہور ہے اوروہ بہت شریف انسان ہے اوراردو کے خاموش خدمت گذار ہیں۔ جناب تبسم فریدی ایڈیٹر روزنامہ مارننگ ٹائمز نظام آباد نے اپنے خطاب میں کہا کہ اردو ایک ہندوستانی زبان ہے۔اور یہ تمام ہندوستانیوں کی زبان ہے۔اسے صرف مسلمانوں سے منسوب کرنا اردو کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔کیونکہ اردو کا تعلق صرف مسلمانوں سے نہ تھا نہ ہے اور نہ رہیگا۔انہوں نے استفسار کیا کہ اگر اردو صرف مسلمانوں کی زبان ہوتی تو ٹامل ناڈو کا مسلمان اردو جانتا' کرالا کا مسلمان اردو جانتا' بنگلہ دیش کا مسلمان اردو سے واقف رہتا۔اور گلف کے تمام ممالک مسلمانوں کے ہے لیکن وہ اردو نہیں جانتے۔لہذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ زبان اسی ملک میں پیدا ہوئی یہیں پرورش پائی۔البتہ اس کی پرورش میں صوفیوں نے اہم کردار ادا کیا۔اور یہ زبان اپنی شیرینی کی وجہ سے آج ساری دنیا میں مقبول ہورہی ہے۔اور دیار غیر جیسے امریکہ' برطانیہ' نیوزی لینڈ وغیرہ میں اردو کی نئی نئی بستیاں آباد ہورہی ہیں۔ جو اردو کے لئے بہت خوش آئند بات ہے۔اس طرح آج انگریزی کے بعد پوری دنیا میں اردو زبان سب سے زیادہ بولی اور پڑھی جاتی ہے۔لیکن بدنصیبی یہ ہے کہ آج اہل اردو بالخصوص اردو کی روٹی کھانے والے اپنی نسل کو انگریزی ذریعہ تعلیم سے تعلیم دلوار ہے ہیں۔"اس گھر کو آگ لگی گھر کے چراغ سے" کے مصداق آج اہل اردو ہی اپنے بچوں کو اردو سے دور رکھ کر اردو کا گلا گھونٹ رہے ہیں۔جب کہ اس دور میں اپنی اولاد کو اردو ذریعہ تعلیم سے تعلیم دلوانا ہی سب سے بڑا چیالنج ہے۔انہوں نے مزید کہا کہ اردو کے قاتل خود اردو بولنے والے ہیں۔ پروفیسر مظفر شہ میری صدر شعبہ اردو یونیورسٹی آف حیدرآباد نے اپنے کلیدی خطبہ میں کہا کہ اس سمینار کے انعقاد پر انہیں بہت مسرت ہورہی ہے۔اوراس کے حاضرین بالخصوص ایک نسل سے دوسری نسل تک زبان وتہذیب پہنچانے والی ماؤں اور بہنوں کو کالے کالے برقعوں میں اتنی کثیر تعداد میں دیکھکر انہیں کعبتہ اللہ کی یاد آرہی ہے اوراس منظّم اور کامیاب وہ عظیم الشان سمینار سے خطاب کرتے ہوئے انہیں فخر محسوس ہورہا ہے۔انہوں نے مزید کہا کہ اچھے ناموں کے اچھے نتائج نکلتے ہیں۔اکسیویں صدی میں اردو ادب کے چیالنجز اور مسائل کے حل کے لئے جو سمینار منعقد کیا گیا ہے۔نظام آباد کی سرزمین پر انشاء اللہ اس سمینار کی وجہ سے اردو زبان کی نظام میں جو گڑ بڑ ہے۔وہ آباد ہو جائیگی۔انہوں نے کہا کہ اکسیویں صدی میں اردو زبان کے مسائل میں اردو زبان وادب کو روزگار سے کے ساتھ جوڑا جائے اور اردو کو انفارمیشن ٹیکنالوجی سے کیسے مربوط کیا جائے۔یہ اہم مسائل ہیں اس کے حل کے لئے ہمیں اکسویں صدی میں جانے سے پہلے بیسویں صدی کی خامیوں کو تلاش کر کے اس کا سدباب کریں تو مناسب رہیگا۔انہوں نے مزید کہا کہ اردو زبان اس وقت زندہ رہتی ہے جب تک اس زبان کا گرامر زندہ رہے۔انہوں نے کئی الفاظ کے جمع اور واحد بنانے کے طریقہ بتاتے ہوئے کہا کہ

آج اہل اردو اپنی زبان میں دوسری زبانوں کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کا گرامر بھی شامل کر رہے ہیں۔جس کی وجہ سے اردو دم توڑ رہی ہے۔انہوں نے مثال دے کر کہا کہ یہ لفظ ''چیلنج'' کا جمع اس طرح بنایا جائے؟ کیا ''ز'' لگا کر یا ''س'' لگا کر اسی طرح کالج کی جمع اور یونیورسٹی کی جمع کیسی بنائی جائے۔انہوں نے زور دے کر کہا کہ اردو میں دنیا کی کسی بھی زبان کا لفظ لے سکتے ہیں لیکن گرامر نہیں لینا چاہیے۔اور اردو والے اپنی زبان گرامر اور قوائد کو ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیے۔انہوں نے مزید کہا کہ اس صدی کا اہم مسئلہ رسم الخط کے تحفظ کا ہے۔انہوں نے کہا کہ بچہ گھر سے بالخصوص اپنی ماں کی گود سے رسم الخط سیکھتا ہے۔اگر اسے گھر میں نہیں سکھایا جائے تو وہ باہر نہیں سیکھتا۔انہوں نے کہا کہ خواتین کو چاہیے کے وہ اپنی گود میں پروان چڑھنے والی نسل کو اردو رسم الخط سے آراستہ کریں۔اور اس کے علاوہ ہمیں چاہیے کہ اولیاء اللہ جس محبت سے لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کیا تھا۔اسی محبت سے ہمیں لوگوں کو اپنے رسم الخط کی طرف بلانا چاہیے اور ہر ایک اردوداں یہ عہد کرے کے وہ اپنی پوری زندگی میں دس آدمیوں کو اردو سے آراستہ کریگا تو اردو کا فروغ ہوگا۔اردو میں املا کی درستگی کا مسئلہ بھی بہت اہم ہے۔ 1905 ء میں اردو املاء کی درستگی کے لئے بہت اقدامات کئے گئے تھے۔آج انہی اقدامات کو دوہرانے کی ضرورت ہے۔انہوں نے اس کے لئے ایک تجویز پیش کی کہ ٹیچر ٹریننگ کورسیس جیسے ڈی ایڈ' بی ایڈ' وغیرہ میں املاء کی درستگی کے متعلق ایک مضمون شامل نصاب ہونا چاہیے۔اس کے علاوہ بچوں کی رائٹنگ (لکھاوت) پر بھی توجہ دینا چاہیے۔انہوں نے کہا کہ آج بھی اہل اردو میں حرف تہجی سے متعلق اختلافات ہیں۔بعض حروف تہجی 36 کہتے ہیں اور کچھ 37 کہتے ہیں۔اور کچھ ماہرین لسانیات حروف تہجی کی تعداد 52 بتاتے ہیں اور بعض 56 ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔ان حالات میں ایک عام قاری یہ سمجھ نہیں پاتا کہ اردو کے حروف تہجی کتنے ہے۔البتہ پاکستان (جہاں کی سرکاری زبان اردو ہے) والوں نے حروف تہجی 58 بتائے ہیں تاہم حروف تہجی کی تعین کے لئے ایک قومی سطح کا سمینار منعقد کرنا چاہیے۔انہوں نے مزید کہا کہ عام طور پر کے جی تا پی جی نصاب کی ترتیب وتدوین میں کوئی ماہر لسانیات نہیں رہتا۔جس کی وجہ سے اس میں خامیاں ہوتی رہتی ہیں۔لہذا نصاب کی ترتیب وتدوین دینے والی کمیٹوں میں ماہر لسانیات کو شامل کرنا چاہیے۔اکسویں صدی میں اردو کا ایک اور اہم مسئلہ اردو قارئین کی قلت کا ہے۔آج اردو کا قاری اردو سے بھاگ رہا ہے۔اُسے پکڑنا ہے اور اردو کے قارئین کو پیدا کرنا ہے۔اس کے والدین کو چاہیے کے وہ اپنے اندر مطالعہ کی عادت ڈالیں۔اخبارات' رسائل' اور کتابیں' خرید کر پڑھیں تو بچوں میں بھی غیر محسوس طریقہ سے مطالعہ کی عادت پروان چڑھیگی۔انہوں نے مزید وضاحت کی کہ بچہ اپنے باپ کو اور بچی اپنی ماں کو جیسا کرتے اور کہتے دیکھتے ہیں۔ان ہی اعمال کو اپنی زندگی میں دہرانے کی کوشش کرتے ہیں۔انہوں نے مزید کہا کہ اہل اردو دنیا کے کسی بھی زبان کے ادب سے اس کی کسی بھی صنف سخن کو لیجئے اور ادب کے کوئی بھی نظریات کو لیجئے۔کوئی اعتراض نہیں لیکن تین باتوں کا خیال رکھیں۔کوئی بھی چیز فیشن پرستی کے لئے نہ ہو۔۲) کسی نظریے یا صنف سخن کو اردو ادب میں شامل کرنے میں جلد بازی نہ کی جائے۔۳) جو صنف لے رہے ہیں وہ اردو ادب کے مزاج کے مطابق ہو اور اردو ادب میں ڈھل جائیں۔اس پر مغز جملہ پر پروفیسر مظفر شہ میری کلیدی خطبہ اختتام کو پہنچا کے اساتذہ طلباء کو تھوڑی سچائی دیتے ہیں اور طلباء تمام سچائیاں کھوج لیتے ہیں۔بعدازاں سوونیئر کی رسم اجراء جناب مظفر شہ میری کے ہاتھوں انجام دی گئی۔اور مہمانوں کی شال پوشی اور انہیں مومنٹو

دئے گئے۔ڈاکٹر محمد ناظم علی نے شکریہ ادا کیا۔اس کے فوری بعد بعد مقالے پڑھنے کا سیشن شروع ہوا۔
''اکیسویں صدی اردو ادب چیلنجز اوران کا حل'' دوروزہ قومی سمینار کے پہلے اجلاس کی صدارت پروفیسر محمد انورالدین صاحب یونیورسٹی آف حیدرآباد اور پروفیسر نسیم الدین فریس صاحب صدر شعبہ اردو مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے کی۔اس اجلاس میں ڈاکٹر فضل اللہ مکرم چیر پرسن بورڈ آف اسٹڈیز اورینٹل کالج عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد نے اردو صحافت نئے رجحانات اور نئے چیلنجز،ڈاکٹر سلمان عابد اسسٹنٹ پروفیسر اردو آرٹس کالج حیدرآباد نے اردو تعلیم اور روزگار کے مواقع،محمد مصطفی علی سروری اسوسیٹ پروفیسر شعبہ ترسیل عامہ و صحافت مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد نے اردو جرنلزم اور روزگار کے مواقع پر اپنا اپنا مقالہ پیش کیا۔اور اردو اور روزگار کے مواقع بیان کیئے اور اردو صحافت کے بدلتے رجحانات پر روشنی ڈالی۔جبکہ جناب تبسم فریدی ایڈیٹر نظام آباد مارننگ ٹائمز نے گرراج کالج میں اردو میڈیم کے قیام اور اردو صحافت کے غیر جانب دارانہ رول پر روشنی ڈالی۔دوسرے اجلاس کا آغاز دوپہر ۳ بجے بعد طعام عمل میں آیا نظامت ڈاکٹر محمد ناظم علی پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج موڑتاڑ نے کی،دوسرے اجلاس کی صدارت پروفیسر محمد انورالدین اور پروفیسر مجید بیدار نے انجام دی۔اس اجلاس میں ۱۴ مقالے پڑھے گئے۔ڈاکٹر محمد ابرارلباقی صدر شعبہ اردو ساتاواہانا یونیورسٹی کریم نگر نے اردو رباعی اور اخلاقی قدریں،ڈاکٹر شیخ سلیم صدر شعبہ اردو انوارلعلوم کالج حیدرآباد نے کالجوں میں اردو نصاب مسائل اور تجاویز،ڈاکٹر نشاط احمد اسسٹنٹ پروفیسر یونیورسٹی آف حیدرآباد نے غضنفر کی ناول نگاری کا جائزہ،ڈاکٹر نثار احمد اسسٹنٹ پروفیسر ایس وی یونیورسٹی تروپتی نے'اردو اور انفارمیشن ٹکنالوجی،ڈاکٹر محمد عتیق اقبال اردو آرٹس کالج حیدرآباد نے''فنی ترجمہ اوراس کی قسمیں''،ڈاکٹر حمیرہ سعید این ٹی آر ڈگری کالج محبوب نگر نے اردو افسانے میں خواتین کے مسائل،ڈاکٹر محمد ناظم علی پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج موڑتاڑ' نے زبانوں کی تہذیب اور اردو،ڈاکٹر صفدر عسکری پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج آرمور نے انیس کے مرثیوں میں اخلاقی قدریں،ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی گرراج کالج نظام آباد نے انفارمیشن ٹکنالوجی اور اردو'ڈاکٹر طیب خرادی بنگلور نے اردو طنز و مزاح میں سماجی عناصر کرناٹک کے حوالے سے'ڈاکٹر محسن جلگانوی ایڈیٹر اوراق ادب اعتماد حیدرآباد نے اردو صحافت کے مسائل،ڈاکٹر گل رعنا اسسٹنٹ پروفیسر' تلنگانہ یونیورسٹی نظام آباد نے اردو طنز و مزاح اور عصر حاضر کے مسائل،ڈاکٹر اطہر سلطانہ صدر شعبہ اردو تلنگانہ یونیورسٹی نظام آباد نے اردو اور قومی یکجہتی''ڈاکٹر موسیٰ اقبال اسسٹنٹ پروفیسر تلنگانہ یونیورسٹی نظام آباد نے''اردو افسانے کی روایت اور ارتقاء'' جیسے موضوعات پر مقالے پیش کیئے۔پروفیسر مجید بیدار نے ان مقالوں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہر عنوان کی اپنی ایک انفرادیت ہے جسطرح سے حکومت نے خواتین کو ۳۳ فیصد تحفظات فراہم کیا ہے اسی طرح سے اس سمینار میں ۳۳ فیصد سے زائد خواتین نے مقالے پڑھے ہیں۔انہوں نے اکیسویں صدی اردو چیلنز اوران کا حل کے عنوان پر مجموعی جائزہ لیا۔پروفیسر محمد انورالدین شعبہ اردو یونیورسٹی آف حیدرآباد نے صدارتی خطاب میں ۱۴ مقالہ نگاروں کا انفرادی'تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیا کہا کہ ان ۱۴ مقالہ پیش کرنے والوں میں میرے ۸ شاگرد ہیں جنہوں نے اپنی محنت ولگن سے اردو کے درپیش مسائل اوران کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔پہلے دن کا پروگرام ۵ بجے شام اختتام کو پہنچا۔ڈاکٹر محمد ناظم علی نے شکریہ ادا کیا۔مقالہ نگاروں کو مہمانان خصوصی کے ہاتھوں سند اور مومنٹو پیش کیئے گئے۔

اردو سمینار ہو مہمان شہر میں ہوں اور مشاعرہ نہ ہو یہ اردو محفلوں کی روایت ہی نہیں۔ اسی بات کے پیش نظر سمینار میں شرکت کے لئے آئے مہمانوں اور مقامی محبان اردو کی خواہش پر ایک نجی محفل شعر کا اہتمام کیا گیا۔ ۵ فروری کی شب ۹ بجے رضاء گیسٹ ہاوس پر جہاں مہمانوں کے قیام کا انتظام تھا ایک محفل مشاعرہ کا اہتمام عمل میں لایا گیا جسکی صدارت پروفیسر مجید بیدار نے کی۔ مہمانان خصوصی کی حیثیت سے ڈاکٹر محسن جلگانوی ایڈیٹر اوراق ادب اعتماد حیدرآباد' محمد تقی الدین ایڈیٹر ورق تازہ ناندیڑ' ڈاکٹر شجاعت علی ایس آر ٹی یونیورسٹی ناندیڑ نے شرکت کی مہمان شعراء پروفیسر مجید بیدار، ڈاکٹر محسن جلگانوی' کبیر احمد شکیل، شیخ احمد ضیاء، عبدالقدوس رضوان بودھن نے اپنا کلام پیش کیا۔ مقامی شعراء میں ضامن علی حسرت، سید ریاض تنہا، عبدالرحیم قمر، اشفاق اصفی، شریف اطہر، سوز نجیب آبادی ، عبدالقیوم نقیب، جلال الدین اکبر، شعیب نظام آبادی، چکر نظام آبادی اوسط نظام آبادی اور رضی شطاری نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔ رات دیر گئے مشاعرہ چلتا رہا سامعین کی ایک بڑی تعداد نے اس مشاعرے سے استفادہ کیا۔ نظامت سید ریاض تنہا نے انجام دی۔ مشاعرے سے صدارتی خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر محسن جلگانوی اور پروفیسر مجید بیدار نے کہا کہ ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی کی اپنے وطن نظام آباد آمد کے بعد اردو کی سرگرمیوں میں اضافہ ہوا ہے۔ وہ احباب کو جوڑنے کا کام کر رہے ہیں۔ اردو کے فروغ کے لئے ضروری ہے کہ ان کی مخلصانہ کوشش کا لوگ ساتھ دیں۔

دوسرے دن ۱۰ بجے صبح گولڈن جوبلی آڈیٹوریم گرراج ڈگری کالج میں قومی اردو سمینار کے تیسرے اجلاس کا عبدالرحمٰن بیگ کی نعت سے آغاز عمل میں آیا۔ اس اجلاس کی صدارت پروفیسر مجید بیدار' ڈاکٹر فضل اللہ مکرم نے کی۔ ڈاکٹر محمد ابرارالباقی اور ڈاکٹر شیخ سلیم مہمان خصوصی کی حیثیت سے موجود تھے۔ نظامت ڈاکٹر اسلم فاروقی نے انجام دی۔ اس اجلاس میں ۱۴ مقالے پڑھے گئے جن میں محمد تقی ایڈیٹر ورق تازہ ناندیڑ نے' اردو صحافت کے مسائل اور ان کا حل، ڈاکٹر شجاعت علی ایس آر ٹی یونیورسٹی ناندیڑ، یورپ میں خواتین کا افسانہ (ہجرت کے حوالے سے)، ضامن علی حسرت پی ایچ۔ ڈی ریسرچ اسکالر عثمانیہ نے، غوث خوامخواہ مزاحیہ شاعری اور عصر حاضر کا سماج' محمد عبدالعزیز سہیل پی ایچ۔ ڈی ریسرچ اسکالر عثمانیہ' اکیسویں صدی میں غیر افسانوی ادب مسائل اور امکانات، سید حامد پی ایچ۔ ڈی ریسرچ اسکالر عثمانیہ' اردو ڈراما اور ہمارا سماج، شمیم سلطانہ پی ایچ۔ ڈی ریسرچ اسکالر مولانا آزاد اردو یونیورسٹی، عصر حاضر اور بچوں کا ادب، مریم فاطمہ پی ایچ۔ ڈی ریسرچ اسکالر تلنگانہ یونیورسٹی' عصر حاضر میں خواتین کے مسائل اور ایک مثالی عورت اقبال کی نظر میں، محمد عبدالعزیز پرنسپل کریسنٹ جونیئر کالج نظام آباد، فکر اقبال کی آفاقیت، افتخار فہد پی ایچ۔ ڈی ریسرچ اسکالر تلنگانہ یونیورسٹی، اردو زبان و کمپیوٹر ٹکنالوجی، تبسم سلطانہ ایم فل، اردو زبان اور رسم الخط کا تحفظ اور ہماری ذمہ داریاں، محمد عبدالبصیر لکچرار، ضلع نظام آباد میں اردو شعر و ادب ،نشاط فاطمہ پی ایچ۔ ڈی ریسرچ اسکالر تلنگانہ یونیورسٹی، اردو ادب اور ذہن سازی، واحد نظام آبادی، صفی اورنگ آبادی بحثیت استاد شاعر کے، محمد محبوب ریسرچ اسکالر، اردو ادب میں ماں کا ذکر شامل ہیں۔ پروفیسر مجید بیدار نے ان مقالوں پر تبصرہ فرمایا۔ اکیسویں صدی میں ان موضوعات کو وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیا۔ انہوں نے کہا کے اردو زبان و ادب کے فروغ کیلئے جو تجاویز یہاں بیاں کی گئی اس کو حکومت تک پہنچایا جائے اور اردو زبان و ادب کے ان چیلنجز کو قبول کرتے ہوے ادب کو ے فروغ کیلئے کوشش کی جانی

چا ہے۔افتتاحی اجلاس کے فوری بعد اختتامی اجلاس منعقد ہوا۔جس میں جناب تبسم فریدی ایڈیٹر مارننگ ٹائمز نظام آباد الیس لمبا گوڑ پرنسپل ڈاکٹر فضل اللہ مکرم، پروفیسر مجید بیدار نے شرکت کی' جسکی صدارت جناب نصیر الدین صاحب نے کی اور اردو کے مسائل کے حل کے لئے اردو اساتذہ اور اداروں کو آگے آنے پر زور دیا۔مقالہ نگاروں کو مہمانان خصوصی کے ہاتھوں سند اور مومنٹو پیش کئے گئے۔اس موقع پر یو جی سی کو آرڈینیٹر مسٹر نریش کمار ریاستی صدر اے پی جی سی ٹی اے کی گلپوشی کی گئی۔ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی کے شکریہ پر دو روزہ اردو سمینار کا اختتام عمل میں آیا۔سمینار کے انعقاد کے لئے محمد عبدالعزیز سہیل ریسرچ اسکالر عثمانیہ یونیورسٹی' محمد عابد علی' سید حسب الرحمٰن' سید وارث علی' محمد الیاس' میر یوسف علی' عائیشہ سلطانہ وغیرہ نے سرگرم حصہ لیا۔کالج کے طلباء کو انتظامی امور میں ساتھ دینے پر سرٹیفکیٹ دئے گئے۔

اس طرح ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی کی مخلصانہ کوشش سے شہر نظام آباد کے ایک ڈگری کالج میں یونیورسٹی سطح کا قومی اردو سمینار کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہوئے اپنی تاریخ رقم کر گیا۔اس سمینار سے نوجوان اسکالرز کو حوصلہ ملا۔انہیں ماہر اساتذہ کے روبرو مقالے پڑھنے اور سمینار کے ماحول کو سمجھنے کا موقع ملا۔امید کی جاتی ہے کہ یہ سمینار اپنے مقاصد میں ضرور کامیاب رہے۔اور اس سمینار کے ذریعے اردو کے جو مسائل اور ان کا جو حل ماہرین نے پیش کیا وہ ساری دنیا میں عام ہو۔اور ہم بلاشبہ داغ کے اس شعر کے وارث کہلائیں کہ

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
ہندوستان میں دھوم ہماری زبان کی ہے

اردو ادب اور تہذیبی قدریں ماضی حال اور مستقبل

گری راج کالج نظام آباد تلنگانہ میں قومی اردو کونسل کے زیر اہتمام اردو سمینار

کناڈا سے ڈاکٹر تقی عابدی کا آن لائن خطاب

گری راج گورنمنٹ کالج نظام آباد تلنگانہ میں 20 ستمبر 2014ء کو قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی کی جانب سے منظورہ ایک روزہ بین الاقوامی اردو سمینار بعنوان ''اردو ادب تہذیبی قدریں ماضی حال اور مستقبل'' کا انعقاد عمل میں آیا۔نامور محقق ونقاد ماہر اقبالیات وانیس ڈاکٹر تقی عابدی نے بذریعے ویڈیو کانفرنس براہ راست کناڈا سے اپنے خطاب میں کہا کہ اردو زبان ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کی علامت ہے۔اس زبان نے ہندوستان میں شاندار تہذیبی روایات قائم کی ہیں۔جس سے ملک میں مذہبی رواداری' آپسی بھائی چارہ' اتحاد' محبت' خلوص' ہمدردی جیسے جذبات پروان چڑھے ہیں۔اردو کی شعری ونثری اصناف میں امیر خسرو' قلی قطب شاہ' ولی' میر وغالب' انیس' حالی' جوش وفراق' امجد' اقبال' پریم چند وغیرہ نے جو شاندار تہذیبی روایات اور اقدار کا خزانہ چھوڑا ہے اس سے عصر حاضر کے اقدار سے عاری سماج اور تہذیبوں کے ٹکراؤ والے ماحول میں روشنی حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور مستقبل میں بھی اپنی

تہذیبی شناخت برقرار رکھنے اوراس سے دوسروں کومستفید کرنے کی ضرورت ہے۔ڈاکٹرتقی عابدی نے کہا کہ آج سماج میں عورتوں پر جو مظالم ہورہے ہیں اور انسانی زندگی سے جس طرح اقدار نکل رہے ہیں اس کے تدارک کے لئے اردو کے شاندار تہذیبی ورثے سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔انہوں نے کہا کہ مستقبل میں اردو کے فروغ کے لئے مادری زبان میں بچوں کی تعلیم اور اردو کو روزگار سے جوڑنے کی ضرورت ہے اس سمینار میں پروفیسر خالد سعید انچارج ڈائرکٹر مرکز برائے اردو زبان تہذیب وثقافت مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے بہ طور مہمان خصوصی شرکت کی اور کلیدی خطبہ دیا جس میں انہوں نے کہا کہ تہذیبوں کے بننے میں جغرافیائی حالات ٗ زبان ٗ لباس اور رہن سہن اہم رول ادا کرتے ہیں۔اردو زبان وادب میں اخلاق اور اقدار پر مبنی باتیں ہیں جن سے موجودہ حالات میں استفادہ کیا جاسکتا ہے۔انہوں نے سمینار کے کنوینر ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی کو ٹیکنالوجی کے استعمال کے ساتھ شاندار اردو سمینار کے انعقاد پر مبارک باد دی اور کہا کہ ویڈیو کانفرنس کے ذریعے دنیا کے کسی بھی حصے سے دانشوروں کے لیکچر منعقد کرنے کا تجربہ دوسروں کو بھی سیکھنا چاہئے۔اردو والوں کے لئے یہ اعزاز کی بات ہے کہ عصری ٹیکنالوجی کے ذریعے لیکچر منعقد کیا گیا۔سمینار کی نظامت کے فرائض محمد عابد علی لیکچرر کامرس واکیڈیمک کوآرڈینیٹر نے انجام دی۔سمینار کا آغاز محمد عبدالسلام قمر کی دعائیہ نظم سے ہوا۔پروجیکٹر پر اقبال کی نظم بچے کی دعا پیش کی گئی۔ڈاکٹر محمد ناظم علی نے سمینار میں شرکت کے لئے آئے مہمانوں کا تعارف پیش کیا۔ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی نے سمینار کا خطبہ استقبالیہ دیا جس میں انہوں نے سمینار کی منظوری کے لئے قومی اردو کونسل برائے فروغ اردو زبان اور اس کے ڈائرکٹر خواجہ اکرام سے اظہار تشکر کیا اور کہا کہ کالج کے پرنسپل پروفیسر ایس لمبا گوڑ فروغ اردو کے پروگراموں کی منظوری دیتے ہوئے اپنے محبّ اردو کا ثبوت دئے ہیں۔نظام آباد کی اردو صحافت نے کالج کے پروگراموں کی خبروں کی اشاعت کے ذریعے اردو کے فروغ کی اجتماعی کوششوں میں تعاون کیا ہے۔انہوں نے تمام ریسرچ اسکالرس اور اساتذہ اور محبان اردو سے کہا کہ وہ فروغ اردو کے لئے متحد ہوکر کام کریں۔ڈاکٹر معید جاوید صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی نے اپنے خطاب میں کہا کہ والدین اور اساتذہ مل کر بچوں کی اخلاقی تربیت کریں۔انگریزی تہذیب نے جو اثرات ہندوستان والوں پر ڈالے تھے ان سے آج بھی ہندوستانی قوم آزاد نہیں ہوسکی۔جب کہ اردو زبان نے تہذیب و ثقافت کی اعلیٰ قدریں ہمارے لئے چھوڑی ہیں۔ڈاکٹر فضل اللہ مکرم نے کہا کہ تہذیبیں بنتی بگڑتی ہیں۔تہذیب کی تعمیر میں زبان کا اہم رول ہوتا ہے اور ہندوستانی تہذیب وتمدن کے ارتقاء میں اردو زبان نے اتحاد و بھائی چارے کے فروغ کا رول ادا کیا ہے۔بچے کے لئے پہلی داستاں گو اس کی اپنی ماں ہے تہذیب کی امانتیں ماں سے ہی بچے میں منتقل ہوتی ہے۔جدید ٹکنالوجی سے رشتہ ضرور جوڑ نا چاہئے انسان بلندیوں پر اڑے لیکن ہمارے پاوں زمین پر ہی رہنے چاہئے۔ٹکنالوجی کو تہذیب کے فروغ کیلئے استعمال کریں۔ڈاکٹر فاضل حسین پرویز مدیر گواہ حیدرآباد نے اپنے خطاب میں موجودہ دور میں صحافتی اقدار کی پامالی پر اظہار افسوس کیا اور نوجوان نسل کو پیشہ صحافت اختیار کرنے اور صحافتی اقدار کے تحفظ پر زور دیا۔پروفیسر ایس لمبا گوڑ نے کامیاب سمینار کے انعقاد پر ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی اور ان کے رفقاء کو مبارک باد پیش کی اور دیگر لیکچررس کو بھی اس طرح کی کوشش کرنے پر زور دیا انہوں نے کہا کہ اردو ادب نے سماج میں خوشگوار تبدیلی لائی ہے اس طرح کے سمینار کے انعقاد سے ملک میں تہذیبی اقدار کو پروان چڑھانے میں مدد ملے گی۔سید مجیب علی ڈائرکٹر

کریسنٹ گروپ آف اسکولس نظام آباد نے اپنے خطاب میں کہا کہ اقبال کی شاعری تہذیبی قدروں کو پروان چڑھانے میں معاون ثابت ہوسکتی ہے۔انھوں نے بچوں کے لئے کہی گئی اقبال کی نظموں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ بچے قوم کا مستقبل ہوتے ہیں ان کے اخلاق کی تعمیر کے لئے ہم اقبال اور اردو کے اقداری ادب سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔ جناب محمد عبدالعزیز صاحب ماہر تعلیم وا ین آر آئی نے کہا ملک میں آئے دن ہونے والے شرمسار واقعات اور صنف نازک پر ہونے والے حملے ہماری اقدار کی گراوٹ کا نتیجہ ہیں۔ملک میں لاکھوں تعلیمی ادارے ہیں لیکن انسانی کردار سازی نہیں ہورہی ہے۔انھوں نے کہا کہ انسان کو ماضی کی قدروں کو حال میں برتتے ہوئے مستقبل کی جانب بڑھنا چاہئے۔ جناب طارق انصاری ڈائرکٹر گوتمی کالج نظام آباد نے کہا کہ اردو کے فروغ کے لئے موجودہ حکومت سنجیدہ ہے اور تلنگانہ میں اردو کو اس کا جائز مقام دلانے کے لئے وہ حکومت سے نمائندگی کریں گے۔انھوں نے نظام آباد میں بین الاقوامی اردو سمینار کے انعقاد کے لئے ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی و دیگر کو مبارک باد پیش کی۔ جناب محمد نصیر الدین سابق صدر شعبہ تاریخ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کلچر شائستگی اور نفاست سے پیدا ہوتا ہے یہ معاشرے سے تعلق رکھتا ہے کلچر داخلی پہلو ہے اور تہذیب خارجی پہلو سے تعلق رکھتی ہے۔تعلیم گاہ دراصل تربیت گاہ ہے لہذا تعلیم کے زریعے تہذیب اقدار طلباء وطالبات میں پیدا کئے جائیں۔ جناب جمیل نظام آبادی' ڈاکٹر صفدر عسکری پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج آرمور نے بھی سمینار سے خطاب کیا۔سمینار میں پیش کردہ مقالوں پر مبنی سوونیر اور ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی کی تیسری تصنیف سائینس نامہ کی رسم اجراء پرنسپل کالج اور مہمانوں کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ پرنسپل کالج اور سمینار کے منتظمین کی جانب سے تمام مہمانوں اور ریاض تنہا' جمیل نظام آبادی' مجید صاحب نیشنل بک ڈپو کو تہنیت پیش کی گئی۔ ظہرانے کے بعد ملک بھر کی مختلف جامعات سے آئے ریسرچ اسکالرس اور اساتذہ نے مقالے پیش کئے۔ ڈاکٹر مسرور سلطانہ لیکچرار ایس آر گورنمنٹ ڈگری کالج کریم نگر نے اکبر الہ آبادی کی شاعری میں تہذیبی عناصر پیش کیا۔ڈاکٹر گل رعنا اسسٹنٹ پروفیسر تلنگانہ یونیورسٹی نے "مجتبی حسین کی تحریریں اور حیدرآبادی تہذیب" کے موضوع پر اپنا مقالہ پیش کیا۔ڈاکٹر عسکر صفدری پرنسپل آرمو گورنمنٹ ڈگری کالج آرمور نے انیس کی شاعری اور اخلاقی قدریں کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔دیگر مقالہ نگاروں میں، ڈاکٹر حمیرا تسنیم شاتا واہانہ یونیورسٹی کریم نگر۔ناہیدہ بیگم لیکچرار سنگاریڈی ، عارفہ شبنم ریسرچ اسکالر Hcu، آمنہ آفرین ریسرچ اسکالر Hcu , رئیسہ بیگم ریسرچ اسکالر Hcu، جے۔محمد شفیع ریسرچ اسکالر Hcu، بلال محمد ریسرچ اسکالر Hcu، سراج احمد انصار ریسرچ اسکالر Hcu، محمد ہلال ریسرچ اسکالر Hcu، ابوبکر ابراہیم ریسرچ اسکالر Manuu محمد عبدالقدوس ریسرچ اسکالر Manuu، محمد زبیر ریسرچ اسکالر Manuu ،شمیم سلطانہ لیکچرار نظام آباد، تبسم سلطانہ لیکچرار، سید احتشام حسین ریسرچ اسکالر عثمانیہ، ڈاکٹر محمد عبدالقدیر عادل آباد، کلیم محی الدین اردو لیکچرر عادل آباد' محمد فہیم اللہ ریسرچ اسکالر عثمانیہ، ڈاکٹر سید حامد مہتاب، مریم فاطمہ ریسرچ اسکالر تلنگانہ یونیورسٹی، ڈاکٹر محمد عبدالعزیز سہیل لیکچرار ایم وی ایس گورنمنٹ ڈگری کالج محبوب نگر، ڈاکٹر محمد ناظم علی پرنسپل موڑتاڑ گورنمنٹ ڈگری کالج ،محمد عبدالرحمن داودی ریسرچ اسکالر تلنگانہ یونیورسٹی، محمد عبدالبصیر ریسرچ اسکالر اورینٹل عثمانیہ' اور دیگر نے سمینار کے ضمنی عنوانات پر مقالے پیش کئے۔ جملہ 35 اسکالرس نے مقالے پیش کئے۔ بیرون ملک سے بھیجے گئے مقالوں میں ڈاکٹر عطا اللہ خان شکاگو کا مقالہ قلی قطب شاہ کی شاعری اور تہذیبی عناصر اور جناب مکرم

نیاز صاحب سعودی عرب کا مقالہ آن لائن اردو صحافت بھی شامل سمینار رہا۔اس اجلاس کی صدارت پروفیسر خالد سعید وڈاکٹر فضل اللہ مکرم نے انجام دی۔دونوں صدور نے مقالوں کا اجمالی جائزہ پیش کیا۔پروفیسر خالد سعید نے سمینار کے کامیاب انعقاد پر کنوینر ڈاکٹر اسلم فاروقی اور دیگر منتظمین کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اردو سمیناروں میں ٹیکنالوجی کے استعمال کے ذریعے آن لائن لیکچر منعقد کرنے کے ضمن میں یہ سمینار یادگار رہے گا۔ڈاکٹر فضل اللہ مکرم نے مقالہ نگاروں کو مشورہ دیا کہ وہ مقالے کی جست پیش کریں اور اپنے اہم پہلوؤں کو اجاگر کرنا سیکھیں۔آخر میں کنوینر سمینار ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی نے سمینار کے مہمانوں ڈاکٹر تقی عابدی' پروفیسر خالد سعید' ڈاکٹر فضل اللہ مکرم' ڈاکٹر معید جاوید' ڈاکٹر فاضل حسین پرویز مقامی مہمانوں' منتظمین اور کالج کے پرنسپل اور قومی کونسل کا شکریہ ادا کیا اور اردو صحافت کا بھی خاص طور سے شکریہ ادا کیا۔سمینار کی تشہیر اخبارات میں خبروں کی اشاعت اور یوٹیوب پر تمام تقاریر کی پیشکشی اور فیس بک پر خبروں اور تصاویر کی پیشکشی کے ذریعے کی گئی۔اس طرح ضلع نظام آباد سے اردو تہذیب اور اقدار کے موضوع پر سمینار سے اٹھنے والی آواز دنیا کے گوشے گوشے میں پہونچادی گئی۔جس سے امید ہے کہ فروغ اردو اور سماج میں بہتر قدروں کو پروان چڑھانے میں مدد ملے گی۔

حیدرآباد میں اُردو وراثت کارواں کا عظیم الشان مشاعرہ (رپورتاژ)

اب ہر ایک آواز اُردو کو فریادی بتاتی ہے　　　　پھر بھی یہ پگلی خود کو شہزادی بتاتی ہے

ہندوستان ایک ایسا گلدستہ ہے کہ جس میں کئی مذاہب کے ماننے والے اور کئی بولیاں بولنے والے اور کئی خطوں کے لوگ آباد ہیں۔لیکن یہ بات مسلمہ ہے کہ زبان کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔اور نہ کوئی علاقہ ہوتا اور نہ کوئی مسلک ہوتا ہے اس کے باوجود آزادی ہند کے بعد سے مسلسل اُردو زبان کو مسلمانوں سے منسوب کر کے اسے اسکے جائز حق سے محروم کیا جاتا رہا ہے اور اُردو پر سرکاری مراعات کے دروازے بند کئے جارہے ہیں اور اُردو کے خاتمہ کوشش کے طور پر اس کے رسم الخط کو تبدیل کرنے کی کوشش کی جارہی ہیں۔ایسے دور میں سابق چیف جسٹس آف انڈیا و چیرمن پریس کونسل آف انڈیا جسٹس مارکنڈے کاٹجو کی قیادت میں ایک نمائندہ وفد جسمیں جناب منظر بھوپالی' اسیر برہان پوری' ندا فاضلی' منوررانا' جناب عقیل نعمانی اور آصف اعظمی وغیر شامل ہیں اُردو وراثت کارواں کے نام سے ہندوستان کی تمام ریاستوں اور اسکے بڑے شہروں کا دورہ کررہا ہے۔تاکہ اُردو کی موجودہ حالت کا اندازہ کرنے' اُردو کے تحفظ اور اس کے فروغ کے لیے لائحہ عمل طئے کیا جائے۔یہ کارواں اپنے پہلے مرحلے میں چار ریاستوں دہلی' مہاراشٹرا' مدھیہ پردیش' اترپردیش کا سفر مکمل کر کے دوسرے مرحلہ کا آغاز آندھراپردیش کی راجدھانی وموتیوں کے شہر اور اُردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر کے بسائے محبت بھرے شہر حیدرآباد سے شروع کررہا ہے۔اس ضمن میں یہ اردو کی امیدوں کا کارواں پانچ اپریل کو حیدرآباد پہنچا۔آندھراپردیش میں اس کارواں کے دورے کے انتظامات اُردو اکیڈمی آندھراپردیش' روزنامہ سیاست' بھارت پٹرولیم کے مشترکہ

تعاون سے کیے گئے تھے۔ اُردووراثت کے دوسرے مرحلہ کا آغاز ۵ اپریل کو باغ عامہ للتھ کلاتھورنم کے وسیع اورعریض میدان میں ایک عظیم الشان کل ہند مشاعرہ کے انعقاد سے کیا گیا اس مشاعرے کی صدارت جناب زاہدعلی خاں صاحب ایڈیٹر روزنامہ سیاست نے کی۔ جب کہ جناب منصورعثمانی صاحب نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔ شہرحیدرآباد میں جب بھی کسی مشاعرے کا اعلان ہوتا ہے باذوق سامعین کی ایک بڑی تعداد شعرا کو سننے پہونچ جاتی ہے۔ چنانچہ اس مشاعرے میں بھی باذوق محبان اردو کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ اس مشاعرے کے آغاز سے قبل اُردووراثت کارواں کے کنوینر جناب آصف اعظمی نے تمہیدی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مشاعرہ تہذیب اور کلچر کا ایک حصہ ہے اور حیدرآباد تو اُردو کا شہر ہے چنانچہ حیدرآبادی عوام نا صرف مشاعروں میں ذوق سے شرکت کرتے ہیں بلکہ سخن سے محظوظ بھی ہوتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہندوستانی مشترکہ تہذیب کی علامت اُردوزبان کے پرچم کو بلند کرنے اور اُردوزبان کے متعلق دیگر برادران وطن میں پھیلی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے اور اُردو کو اس کا جائز حق دلانے اور اس کو عصرحاضر کے تقاضوں کے مطابق ہم آہنگ کرتے ہوئے اس کا تحفظ کرنے کے لئے اُردووراثت کارواں سارے ملک کا دورہ کررہا ہے اور دوسرے مرحلہ کا آغاز حیدرآباد سے کیا جارہا ہے انہوں نے مزید کہا کہ بعض لوگوں نے تلنگانہ اور غیرتلنگانہ کے نام پر جسٹس مارکنڈے کاٹجو کو بانٹنے کی کوشش کی ہے لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکے کیوں کہ جسٹس مارکنڈے کاٹجو کسی مخصوص علاقہ کے لئے نہیں ہیں بلکہ وہ سارے ہندوستان کے چیف جسٹس ہیں۔ اس کے بعد پروفیسر ایس اے شکور ڈائریکٹر اُردو اکیڈمی نے چیف جسٹس مارکنڈے کاٹجو کو گلہائے عقیدت اور مومنٹو پیش کیا۔ اور اس موقع پر کاروان اُردو کے فروغ میں اپنی زندگیاں وقف کرنے والے شعراء ادباء اور مصنفین کو جسٹس مارکنڈ کاٹجو کے جدامجد (دادا) کے نام پر ایوارڈ سے نوازا گیا۔ چنانچہ پہلا کاٹجو ایوارڈ اُردو کے فروغ میں صحافتی اعتبار سے مشترکہ جدوجہد کرنے میں راموجی راؤ بانی ای ٹی وی اُردو چینل کو دیا گیا لیکن اس وقت راموجی راؤ ناسازی صحت کی بنا شریک نہیں ہوسکے۔ جس کی بنیاد پر ان کے فرزند کرن راموجی راؤ کو جسٹس مارکنڈے کاٹجو کے ہاتھوں ایوارڈ سے نوازا گیا واضح رہے کہ ہندوستان میں اُردو کا سب سے معیاری و بین الاقوامی چینل کا آغاز راموجی راؤ نے ETV اُردو کے نام سے کیا تھا اور آج بھی یہ ہندوستان کا ممتاز اُردو چینل ہے اسی طرح شخصیات کے زمرے میں تمام عمر اُردو کی آبیاری کرنے اور اُردو کے فروغ کے لئے ہمیشہ متحرک رہنے والی شخصیت جناب ندافاضلی کو بھی ایوارڈ دیا گیا اسی طرح اُردوغزل کے بے تاج شہنشاہ اور اُردوغزل کو کوٹھے سے نکال کر میخانوں سے اتار کر بادشاہوں کے دربار سے آزاد کرا کر غزل کو ماں کے مقدس قدموں میں ڈال کر اس کی عظمت کو بڑھانے والی شخصیت جناب منوررانا کو بھی یہ ایوراڈ دیا گیا اور اُردو اکیڈمی کی جانب سے اسی طرح کاروان کے کنوینر آصف اعظمی کو بھی مومنٹو پیش کیا گیا اس موقع پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے جسٹس ماکنڈے کاٹجو نے اس کاروان کے آغاز کا مقصد بتایا کہ ہندوستان کی ایک مشترکہ تہذیب ہے اور اس تہذیب کے دو حصے ہیں ایک حصہ اُردو تہذیب اور دوسرا حصہ سنسکرت تہذیب پر مشتمل ہے لیکن آج ہندوستانی تہذیب کے یہ دونوں حصے غلط فہمیوں کی وجہ سے اپنے جائز حقوق سے محروم ہورہے ہیں انہوں نے مزید کہا کہ ہندوستان مہاجروں کا مقام ہے پہلے کئی مقامات سے لوگ ہندوستان تجارت کی غرض سے آتے تھے اور خصوصیت کے ساتھ شمال مغرب سے

بہت سے لوگ ہندوستان آئے لیکن یہاں سے کوئی دوسری طرف ہجرت کر کے نہیں گیا جب مختلف لوگوں کی آمد میل جول اور میل ملاپ سے ایک سادہ تہذیب وجود میں آئی جسے سنسکرت اور اُردو تہذیب کہتے ہیں لیکن آج لوگوں نے سنسکرت کو ہندوؤں کی زبان کہہ کر اور اُردو کو مسلمانوں کی زبان کہہ کر ان دونوں کی جڑیں کاٹ دیں۔اور 1857 کی جنگ آزادی (غدر) کے بعد سے مسلسل اُردو کے ساتھ ناانصافیاں ہورہی ہیں۔اسی لئے اس کے سد باب کے لئے کاروان کا آغاز کیا گیا ہے اس کے بعد باقاعدہ مشاعرے کے آغاز کے لئے ناظم مشاعرہ جناب منصور عثمانی صاحب نے میزبان شاعرہ ودکن کی آبرو محترمہ تسنیم جوہر کو دعوت سخن دی۔وہ اسٹیج پر تشریف لائیں۔اور اپنے اس خوبصورت قطعہ سے اس تاریخی مشاعرے کا آغاز کیا۔

خود کو تجھ سے نہ کیوں رجوع کرلوں
میں تیرے نام سے شروع کرلوں
پھر جھکاؤں جبین در پر تیرے
پہلے اشکوں سے میں وضو کرلوں

انہوں نے اُردو پر ایک خوبصورت نظم کہی جس میں اُردو کے شاندار ماضی اور تاریک حال اور تابناک مستقبل کا تذکرہ کیا اس نظم کے ان اشعار پر سامعین نے انہیں خوب سراہا۔

چکبست اور فراق کے ماتھے کا تلک ہوں
اقبال کی نغمات میں آیات کی جھلک ہوں
دوہوں میں کبیر کے محبت کی مہک ہوں
کیوں مجھ کو کہہ رہے ہوں کہ میں مسلمان ہوں
ہندوستان کی شان میں اُردو زبان ہوں

اس کے بعد ناظم مشاعرہ نے رائے بریلی سے تشریف لائے مہمان ونوجوان اور جذباتی شاعر عقیل نعمانی کو دعوت سخن دی ان کی غزل کے مندرجہ اشعار پر سامعین نے انہیں دل کھول کر داد دی۔

کسی پہ مٹنے مٹانے سے فائدہ کیا ہے
مزہ تو جب ہے کہ کسی کے لئے جیا جائے
وہ دیکھتا ہے وضاحت طلب نگاہوں سے
میں چاہتا ہوں اشارہ سمجھ لیا جائے
محاذ جنگ پر اکثر بہت کچھ کھونا پڑتا ہے
کسی پتھر سے ٹکرانے کو پتھر ہونا پڑتا ہے

ناظم مشاعرہ نے قلی قطب شاہ کی سرزمین کی نمائندگی کرنے والے میزبان شاعر جناب رؤف خیر کو دعوت سخن دی۔انہوں نے اپنی غزل میں معاشرتی مسائل کو بیان کر کے سامعین سے خوب داد وصول کی ان کے حسب ذیل اشعار بہت پسند کئے گئے۔

قلم کی کاٹ تو تلوار سے بھی بڑھکر ہے
مگر یہ ہتھیار یہ سمجھ میں نہیں آتا
گرفتاری کے سب حربے شکاری لے کے نکلا ہے
پرندہ بھی شکاری کی سپیاری لے کے نکلا ہے

کہا جاتا ہے کہ اردو صرف مسلمانوں کی زبان ہے جو کہ بالکل غلط ہے چونکہ اُردو کے چوٹی کے کئی مشہور شعرا غیر مسلم تھے جن میں قابل ذکر رگھوپتی سہائے' فراق' جگناتھ آزاد' کنور مہندر سنگھ' رتن ناتھ سرشار وغیرہ قابل ذکر ہیں۔آج کے دور کے ایسے ہی غیر مسلم شاعر جو عروس البلاد شہر ممبئی سے تشریف لائے جناب راجیش ریڈی کو دعوت سخن دی گئی انہوں نے اپنی غزل کے مختلف اشعار کے ذریعہ انسانوں کو ان کے مقصد حیات سے آگاہ کر کے بہت داد وصول کی ان کے منتخب اشعار اس طرح ہیں۔

زمانے بھر میں ظاہر اپنی خود داری بھی کرنی ہے۔
مگر دربار میں جانے کی تیاری بھی کرنی ہے
ہے مہلت چار دن کی اور ہے سو کام کرنے کو
ہمیں جینا بھی ہے مرنے کی تیاری بھی کرنی ہے
جتنی بٹنی تھی بٹ چکی یہ زمیں
اب تو بس آسمان باقی ہے

اس کے بعد ناظم مشاعرہ نے مشاعرے کی کاروائی کو آگے بڑھاتے ہوئے ایک اور میزبان شاعر جناب اثر غوری کو دعوت سخن دی انہوں نے اپنی آپ بیتی بیان کرتے ہوئے اسے جگ بیتی بنا دیا۔

ہوا کا چاروں طرف سے دباؤ ایسا تھا
سفر بھی چیخ رہا تھا پڑاؤ ایسا تھا
میں خاموشی کو پہن کر نکل گیا باہر
گزشتہ رات کو تناؤ ایسا تھا

اس کے بعد ناظم مشاعرہ نے مشاعرے کو سنجیدگی کے ماحول سے مزاح کی طرف لے جانے کے لئے حیدرآباد کے پڑوسی شہر نظام آباد سے تشریف لائے مزاحیہ کلام کے مخصوص شاعر جناب اقبال شانہ کو دعوت سخن دی انہوں نے اپنی نجی زندگی کی کہانی سنا کر کہانی کو اشعار کے قال میں ڈھال کر محفل کو زعفران زار بنا دیا ان کے مندرجہ ذیل اشعار پر سامعین نے انہیں خوب سراہا۔

تیرا رشتہ چچا غالب سے گرطئے ہوگیا ہوتا
تو چاچی غالباً ہوتی بھتیجہ میں تیرا ہوتا
میں اُردو شاعری کرتا فراقت میں تیری جانے جاناں
خدا کے فن سے پائے کا شاعر بن گیا ہوتا
شوہر ہو اپنا فرض ادا کررہا ہوں میں
وہ سورہی ہے اور ہواکر رہاہوں میں
ہوں خدا کے فضل سے نابغہ روزگار
عورت کے روزگار پر مزہ کررہا ہوں میں

ناظم مشاعرہ نے اُردو دنیا کے محبوب شاعر جناب منظر بھوپالی کو دعوت سخن دی انہوں نے قومی یکجہتی سے لبریز غزل کہکر خوب داد وصول کی۔

اللہ وطن کو جو میرے لوٹ رہے ہیں
یہ قوم کے غدار ہیں مرکیوں نہیں جاتے
دنیا میں نفرت کی چلاتے ہیں جو ہوائیں
کیوں زندہ ہیں وہ لوگ گزرکیوں نہیں جاتے

انہوں نے ذلت کی زندگی جینے والوں مرجانے کا مشورہ دیتے ہوئے ایک بہترین قطعہ کہا ہے

عزت کے بناء جینا بھی کیا جینا ہے اے منظر
ذلت سے ہی جینا ہے تو مرکیوں نہیں جاتے
ذہن و دل میں تمہیں آباد کریگی دنیا
کچھ کرو کام تب ہی یاد کریگی دنیا

انہوں نے بیٹی کو خدا کی رحمت کہتے ہوئے لڑکیوں کی عظمت اوران کی پرورش کی اہمیت کو ان اشعار کے ذریعے اجاگر کیا۔

بیٹیاں ہوتی ہیں پرنور چراغوں کی طرح
روشنی دیتی ہیں جس گھر میں چلی جاتی ہیں
فاطمہ زہرہ رحمۃ اللہ علیہا کی تعظیم کو اٹھتے تھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
محترم بیٹیاں اس واسطے کہلاتی ہیں

اس کے بعد ناظم مشاعرہ نے جناب قاسم امام جو خوبصورت لب ولہجہ کے ممتاز شاعر اور ممبئی یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں کو دعوت

سخن دی انہوں نے اپنے مخصوص اور مترنم انداز میں غزل کہ کر عوام سے بے پناہ داد وصول کی ان کے منتخب اشعار اس طرح ہیں۔

ہم تیرا پیار تیرے پیار میں لے آئے ہیں
ایک فریادی کو دربار میں لے آئے ہیں
جو سمجھتی ہے نہ سنتی ہے نہ کچھ بولتی ہے
کیسی سرکار کو سرکار میں لے آئے ہیں
منصف نے آنکھوں پر کالی پٹی باندھی ہے
قاتل نے بھی سوچ لیاہے اب شرمانا کیسا

اس کے بعد ناظم مشاعرہ نے اسیر برہان پوری کو دعوت دی ان کے مندرجہ ذیل اشعار پر سامعین نے بے پناہ تالیوں کی گونج میں ان کی پزیرائی کی

بھرا ہے ذہن میں جس کے نقصانات کا زہر
وہ انتشار نہ بانٹے کو اور کیا بانٹے
کس کے ہجر میں آتش کدا ہے خانہ دل
نظر شرانہ بانٹے تو اور کیا بانٹے
نظر ملاتے ہیں اور روٹھ جاتے ہیں
سلیقہ مند سلیقہ سے دل دکھاتے ہیں

اس کے بعد ناظم مشاعرہ نے آخری میزبان شاعر جناب رحمٰن جامی کو دعوت سخن دی انہوں نے مائک سنبھالا اور یوں گویا ہوئے کہ

پھول پھینکے میری راہ میں کہ پتھر پھیکے
جس کو جو پھیکنا ہے سوچ سمجھ کر پھینکے
میں گناہ گار ہی سہی مجھ پر بہ قول عیسٰی
جو گناہ گار نہیں ہے وہی پتھر پھیکے

اب ناظم مشاعرہ کی باری ہے جناب منصور عثمانی کو قاسم امام نے اس خوبصورت شعر سے دعوت دی کہ

تیری موجودگی میں تیری دنیا کون دیکھا گا
تجھے میلے میں سب دیکھیں گے میلہ کون دیکھے گا

ان اشعار کے ساتھ ناظم مشاعرہ مسند نظامت سے اٹھ کر میدان غزل گوئی میں تشریف لائے اور ان اشعار پر سامعین سے بے پناہ داد بھی وصول کیئے۔

ہر روز نئے طرح کے غم ٹوٹ رہے ہیں
محسوس یہ ہوتا ہے کہ ہم ٹوٹ رہے ہیں
وہ ظلم بھی اس دور کے انساں پہ ہوا ہے
جس ظلم کو لکھنے میں قلم ٹوٹ رہے ہیں

اس کے بعد ناظم مشاعرہ نے اسی مائک سے اس ممتاز شاعر کو دعوت دی جس کو سننے کے لئے ہزاروں کا مجمع بے تاب تھا اور وہ شاعر بلا مبالغہ اُردو غزل کی آبرو ہے جس نے غزل کو درباروں کی قید سے آزاد کرا کر کوٹھوں کے اتراتے بوتلوں کے نشے سے نکال کر طوائف کی داستانوں سے نکال کر ماں کے مقدس قدموں میں بٹھا کر جنت کے مقدس مقام تک پہنچانے میں اپنی شاعری صرف کردی۔اور یہ شاعر جناب منور رانا تھے جنہیں دعوت سخن دی گئی۔انہوں نے اپنے جذبات سے بھر پور اور مقدس رشتوں کی پاسدار شاعری کے مختلف اشعار کہہ کر مشاعرے کو لوٹ لیا ۔

منور رانا کہ چند اشعار اس طرح ہے ۔

کسی کے زخم پر چاہت سے پٹی کون باندھے گا
اگر بہنیں نہیں ہوں تو راکھی کون باندھے گا
یہ بازار سیاست ہے یہاں خوداریاں کیسی
سبھی کے ہاتھ میں کاسہ ہے مٹھی کون باندھے گا
تمہاری محفلوں میں ہم بڑے بوڑھے ضرور ہیں
اگر ہم نہ ہوں گے تو پگڑی کون باندھے گا
مقدر دیکھیے وہ بانجھ بھی ہے اور بوڑھی بھی
ہمیشہ سوچتی رہتی ہے گٹھڑی کون باندھے گا
وہ نم آنکھیں لبوں سے یوں کہانی چھین لیتی ہیں
ہوائیں جس طرح بادل سے پانی چھین لیتی ہیں
مسائل نے ہمیں بوڑھا کیا ہے وقت سے پہلے
گھریلو الجھنیں اکثر جوانی چھین لیتی ہیں
ہم کو دنیا نے بسائے رکھا ہے دل میں اپنے
ہم کسی حال میں بے گھر نہیں ہونے والے

یہ جو سورج لیے کاندھوں پر پھرا کرتے ہیں
مر بھی جائے تو منور نہیں ہونے والے
مجھے اپنی وفاداری پر کوئی شک نہیں ہوتا
میں خونِ دل ملا دیتا ہوں جب جھنڈا بناتا ہوں

اس کے بعد زاہد علی خاں صاحب کی نمائندگی پر جسٹس مارکنڈ کاٹوجے نے سابق کانسٹبل عبدالقدیر کی رہائی کے ضمن میں گورنر آندھرا پردیش جناب ای ایس ایل نرسمہن کو ایک خط لکھا جس میں انہوں نے سابق کانسٹبل عبدالقدیر کی انسانی بنیادوں پر جلد از جلد رہائی کے لئے دباؤ ڈالا تا۔اس موقع پر اس خط کا انگریزی متن جناب زاہد علی خاں نے سامعین کو پڑھکر سنایا۔

اس کے بعد ناظم مشاعرہ نے پدم بھوشن ایوارڈ یافتہ ندا فاضلی صاحب کو دعوت سخن دی انہوں نے اپنے مخصوص اور مترنم انداز میں چند اشعار کہکر مشاعرہ کا عملاً اختتام کر دیا۔

کبھی کبھی ہم نے اپنے جی کو یوں بہلایا ہے
جن باتوں کو خود نہیں سمجھے اوروں کو سمجھایا ہے
میر و غالب کے شعروں نے کس کا ساتھ نبھایا ہے
سستے گیتوں کو لکھ لکھ کر ہم نے گھر بنوایا ہے

بہر حال اُردو وراثت کارواں کا یہ مشاعرہ تقریباً رات دس بجکر تیس منٹ پر اختتام کو پہنچا۔اس موقع پر ریاست و ملک کے مختلف سیاسی، سماجی، سرکاری، ادبی وہ علمی شخصیات موجود تھیں جن میں قابل ذکر ڈاکٹر خواجہ اکرام الدین ڈائرکٹر قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان جناب فاروق حسین ایم ایل سی، جناب ابراہیم بن عبداللہ مسقطی ایم ایل سی، ایم اے وحید کمشنر اقلیتی بہبود حکومت آندھرا پردیش، جناب ظہیر الدین علی خاں، پروفیسر ایس اے شکور، جناب کرن راموجی راؤ، پریس کونسل آف انڈیا کے جنرل سکریٹری درگا بھارتی، وار اکین پریش کونسل آف انڈیا، جناب اکول سبھر وال ڈی سی پی حیدرآباد، جناب ڈاکٹر اقبال احمد اور خواجہ معین الدین کے علاوہ فرزندان اُردو کی اتنی کثیر تعداد موجود تھی کہ للتھ کلا تھورنم کا وسیع وعریض میدان اپنی تنگ دامنی کا شکوہ کر رہا تھا۔

کاوش 2013ء اُردو تحقیق مسائل اور ان کا حل

شعبہ اُردو یونیورسٹی آف حیدر آباد کے زیر اہتمام ریسرچ اسکالرس کا بین جامعاتی سمینار
(رپورتاژ)

جنوبی ہندوستان میں اعلیٰ اور معیاری تعلیم کی ایک اہم درسگاہ سنٹرل یونیورسٹی آف حیدر آباد ہے۔اس یونیورسٹی کو ہندوستان کی جامعات میں ایک معیاری یونیورسٹی کا مقام حاصل ہے ۔ یہاں کا شعبہ اردو بھی اپنی علمی و ادبی کاوشوں کی بدولت ساری اردو دنیا میں ایک اہم شناخت رکھتا ہے۔شعبہ اردو کے نئے صدر پروفیسر مظفر شہ میری اردو کے فروغ کے لئے جدت سے بھر پور پروگرام کراتے رہتے ہیں۔حال ہی میں انہوں نے ''تخلیق 2012ء'' کے عنوان سے ریسرچ اسکالرس کی تخلیقی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے والا پروگرام کروایا تھا۔ جسے بہت پسند کیا تھا۔3 جولائی 2013ء کو شعبہ اردو میں انہوں نے'' کاوش 2013ء'' ریسرچ اسکالرس کا بین جامعاتی اردو سمینار ترتیب دیا۔اور سمینار کا مرکزی موضوع ''اردو تحقیق مسائل اور حل'' رکھا گیا۔واقعہ یہ ہے کہ اردو کے اکثر علاقائی اور قومی سمیناروں اور دیگر ادبی اجلاسوں میں سینئر اساتذہ کو ہی مقالے سنانے کا موقع ملتا ہے۔اور ریسرچ اسکالرس اس طرح کی سہولتوں سے محروم رہتے ہیں۔ جامعات میں اردو تحقیقی کام میں مصروف ریسرچ اسکالرس کو سمینار میں حصہ لینے اور اپنا مقالہ پیش کرنے کا موقع فراہم کرنے کی غرض سے شعبہ اردو نے یہ سمینار رکھا۔اس سمینار میں حیدرآباد سنٹرل یونیورسٹی،مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، عثمانیہ یونیورسٹی اور سری وینکٹیشورا یونیورسٹی اور دیگر جامعات کے ریسرچ اسکالرس کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔اور اپنے ذاتی تجربات کی روشنی میں بڑے اچھے مقالے پیش کئے اور تحقیق کے موضوع پر عصر حاصل کے مسائل سے بھر آگہی حاصل کرتے ہوئے سمینار کے مقاصد کی تکمیل کو اور اپنی نوعیت کے اس منفرد اردو سمینار کو کامیاب بنایا۔سمینار کے کنویزس جے محمد شفیع اور محمد عبد الخالق ریسرچ اسکالرس نے پروفیسر مظفر شہ میری صاحب کے مشوروں کی روشنی میں سمینار کے انتظامات کئے۔اور تمام یونیورسٹیوں کے پروفیسرس کو اپنے ریسرچ اسکالرس کو سمینار میں مقالے پڑھنے کے لئے مدعو کیا۔نظام آباد سے ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی صدر شعبہ اردو گرراج گورنمنٹ کالج اور محمد عبد العزیز سہیل ریسرچ اسکالر عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد پہونچ گئے۔شعبہ کے سینیئر اسکالرس کے طور پر ڈاکٹر محسن جلگانوی ایڈیٹر اوراق ادب اعتماد اور ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی کو بہ طور مہمان خصوصی مدعو کیا گیا۔

شعبہ اردو اسکول آف ہیومانٹیز کے خوبصورت آڈیٹوریم میں ریسرچ اسکالرس صبح سے ہی جمع ہونے لگے۔ پروفیسر مظفر شہ میری ' پروفیسر محمد انور الدین' ڈاکٹر رضوانہ معین' ڈاکٹر عرشیہ جبین اور ڈاکٹر نشاط احمد نے مہمانوں کا استقبال کیا۔افتتاحی اجلاس کا آغاز ہوا۔ شعبہ کی ریسرچ اسکالر غوثیہ بانو نے نظامت انجام دی۔اور مہمانوں کو شہ نشین پر مدعو کیا۔مہمانوں کو گلہائے عقیدت پیش کرنے کے بعد پروفیسر راما کرشنا راما سوامی وائس چانسلر HCU نے شمع جلا کر 10-30 بجے دن سمینار کا افتتاح کیا۔۔اس موقع پر یہ شعر بھی پڑھا گیا۔

سورج سمجھ کے سارے پرندوں نے غل کیا......اس نے جلائی شمع تو منظر چمک اٹھے

اس سمینار کے افتتاحی اجلاس کی صدارت ڈین ہیومانیٹز پروفیسر امیتابھ داس گپتا نے کی۔ جبکہ بطور مہمان خصوصی ڈاکٹر محسن جلگانوی

صاحب ایڈیٹراوراق ادب ،روزنامہ اعتماد حیدرآباد مدعو تھے۔اس اجلاس کے افتتاحی پروگرام کے خیر مقدمی کلمات ادا کرتے ہوئے پروفیسر مظفر شہ میری صاحب صدر شعبہ اردوHCU نے سمینار میں شرکت کرنے والے تمام ہی مہمانوں اوراسکالرس کا دلی خیر مقدم کیا اورعلامہ اقبال ؒکا شعر ''پلٹنا جھپٹنا پلٹ کر جھپٹنا۔ ہے خوں گرم رکھنے کا یہ ایک بہانا'' پڑھا۔اور کہا کہ اردو میں ہر موقع کے لئے کوئی نہ کوئی شعر نکل ہی آتا ہے۔ چنانچہ تحقیق سے متعلق بھی خواجہ الطاف حسین حالی کا شعراس طرح ہے'' ہے جستجو کہ خو ب سے ہے خوب تر کہاں۔اب دیکھئے کہ جاکر ٹھہرتی ہے نظر کہاں''۔

پروفیسر مظفر شہ میری نے اپنے خیر مقدمی خطاب میں کہا کہ تحقیق کی صفت،جستجو اور خوب سے خوب تر کی تلاش ہے۔یہ سمینار تحقیق کے عنوان پر تحقیق کاروں کیلئے تحقیق پر تحقیق کرنے کیلئے منعقد کیا گیا ہےاور یہ کام نئی نسل کے سپرد ہے کہ آج کی نئی نسل جس قدر اپنے مسائل کو پہچانتی ہے پرانے لوگ شائد نہ پہچانیں۔اس لئے اس سمینار میں شرکت کرنے والے اسکالرس سے کہا گیا کہ دوران تحقیق انہیں پیش آنے والے ذاتی تجربات اور مسائل کو بیان کریں تا کہ ان کا حل تلاش کیا جاسکے اورایک دوسرے کے مسائل سے آگہی ہو۔ انہوں نے کہا کہ اس سمینار کے نتائج سے دیگر یونیورسٹیوں کے اردوشعبہ جات کو بھی آگاہ کیا جائے گا تا کہ ہندوستان میں اردو تحقیق کا معیار بہتر ہو۔انہوں نے اس موقع پر وائس چانسلر حیدرآباد سنٹرل یونیورسٹی اور ڈین آف ہیومانیٹز کا تعارف پیش کیا۔اوران کے علمی کارنامے بیان کئے۔

صدر شعبہ کی خیر مقدمی کلمات کے بعد سمینار کے کنویز جے محمد شفیع نے سمینار کے اغراض ومقاصد کو بیان کئے اور کہا کہ یہ سمینار ان کے دیرینہ خواب کی تکمیل ہے۔انہوں نے کہا کہ سمینار کا مقصد اردو کے ریسرچ اسکالرس کیلئے ایک پلیٹ فارم مہیا کرنا' ادبی،علمی و تحقیقی مسائل کو حل کرنا دیگر یونیورسٹیوں کے اسکالرس سے ربط وتعلق قائم کرنا ہے تا کہ ریسرچ اسکالرس تحقیق کے مسائل اوراس کے عمل سے واقف ہوں۔ ریسرچ اسکالرس بحث ومباحثہ میں حصہ لیں۔ اورمحقق کی ہمت افزائی ہو۔ افتتاحی اجلاس میں حیدرآباد سنٹرل یونیورسٹی کی ریسرچ اسکالرثمیہ تمکین کی کتاب ''ناصر کاظمی کی شاعری میں پیکر تراشی'' کا رسم اجراء وائس چانسلر پروفیسر راما کرشنا راماسوامی نے انجام دیا۔انہوں نے افتتاحی سیشن کے اس پہلے اجلاس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اردو زبان کافی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اسی زبان نے انقلاب آزادی کا نعرہ بلند کیا اور ہمارے ملک کی آزادی میں ایک اہم رول ادا کیا۔انہوں نے مزید کہا کہ تحقیق کے مسائل کافی اہمیت رکھتے ہیں۔اس کے مسائل سے واقف ہوتے ہوئے حل تلاش کرنے چاہئیں اور معیاری تحقیق کے اصولوں سے ریسرچ اسکالر واقف ہوں یہ سمینار تحقیق کاروں کیلئے کافی فائدہ مند ثابت ہوگا۔انہوں نے مزید کہا کہ نظم وضبط اور صلاحیتوں کا استعمال ہواوران چیزوں کو نئی نسل تک پہونچایا جائے یہ وقت کا اہم تقاضہ ہے۔

وائس چانسلر کے خطاب کے بعد مہمان خصوصی ڈاکٹر محسن جلگانوی نے اپنے خطاب میں کہا کہ انہوں نے اسی جامعہ سے 6سال تک M.Philاور Ph.D کی تعلیم حاصل کی ہے اور گولڈ میڈل بھی حاصل کیا تھا۔انہوں نے پروفیسر انورالدین پروفیسر مظفر شہ میری کو مبارکباد پیش کی کہ انہوں نے نئے طرز کے سمینار کا آج کامیاب انعقاد عمل میں لایا ہے۔ ڈاکٹر محسن جلگانوی نے مزید کہا کہ سچائی کا کوئی نعم البدل نہیں اور تحقیق سچائیوں کی تلاش میں حقائق کو پانے کا نام ہے۔ تحقیق دراصل ایک ذمہ داری ہے اور محنت طلب کام ہے جھوٹی وفاداریوں پر کی گئی تحقیق ناقابل قبول ہے۔ جامعاتی تحقیق سے ارتقاء شعور پیدا ہوتا ہے انہوں نے ریسرچ اسکالرس کو مشورہ دیا

کہ وہ صداقت پر مبنی تحقیق کریں۔ دور حاضر کے رسائل سے استفادہ کریں انٹرنیٹ کی سہولتیں بھی دستیاب ہے ان سے مستفید ہوتے ہوئے اپنے تحقیق کے عمل کو کارآمد بنائیں۔ انہوں نے مظفر شہ میری صاحب کو مبارکباد پیش کی کہ انہوں نے ریسرچ اسکالرس کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ محسن جلگانوی کے خطاب کے بعد ڈین فیکلٹی آف ہیومانیٹز پروفیسر اپیتا بھ داس گپتا نے اپنے صدارتی خطاب میں ریسرچ اسکالرس کے اس سمینار کو خوش آئندہ قرار دیا ہے اور صدر شعبہ اردو کو مبارکباد پیش کی۔ انہوں نے مزید کہا کہ ریسرچ اسکالرس کو جو مسائل درپیش ہیں اس کا حل کس طرح سے کیا جائے اس سمینار کے انعقاد سے یہ امید کی جاتی ہے کہ مسائل کے ساتھ ساتھ حل بھی تلاش کرلیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ دوران انٹرویو ریسرچ اسکالرس اپنے مضمون کو صحیح ڈھنگ سے پیش نہیں کرسکتے۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ محقق بحث ومباحث اور مشوروں کے ذریعہ مثبت سوچ پیدا کریں اور ہمارے ملک میں تحقیق کے کیا موقع دستیاب ہیں ان سے استفادہ کریں۔ تحقیق کے شعبہ میں کتنی وسعت پائی جاتی ہے اس کا مشاہدہ کریں تحقیق کے عمل سے اپنی تحقیق کو معیاری بنانے کی سعی کریں۔

افتتاحی اجلاس کے بعد مقالے پیش کرنے کے لئے پہلا اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت ڈاکٹر محسن جلگانوی اور پروفیسر محمد انورالدین نے اور نظامت کے فرائض شاہانہ مریم نے انجام دئے۔ پہلا مقالہ ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی صدر شعبہ اردگری راج وگورنمنٹ ڈگری کالج نظام آباد نے ''جامعاتی تحقیق کے مسائل اور انکا حل'' کے عنوان پر پڑھا۔ ڈاکٹر اسلم فاروقی اس سمینار میں شعبہ اردو کے سینئر اسکالر کے طور پر شریک ہوئے اور انہوں نے سمینار کے مرکزی موضوع پر خصوصی مطالعہ پیش کیا۔ ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی نے مرحلہ وار طریقے تحقیق کے مسائل جیسے اردو میڈیم طلبا کی تحقیق کی جانب عدم دلچسپی، مناسب موضوع کی تلاش، مواد کی فراہمی کے مسائل، اسکالرشپ اور ملازمت کے مسائل اور تحقیق کے دیگر عمومی مسائل کا عہد حاضر کے تناظر میں جائزہ پیش کیا اور ان مسائل کا ممکنہ حل پیش کیا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں اردو کے محقق کے تحقیق سے عدم دلچسپی کی وجوہات بیان کیں اور حل بھی بتایا۔ موضوع کے انتخاب سے متعلق انہوں نے کہا کہ محقق کی دلچسپی اور پسند کو ملحوظ رکھا جائے ایک ہی عنوان پر مختلف جامعات میں تحقیق کی جارہی ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ مختلف یونیورسٹی کے موضوعات پر مشتمل ایک رسالہ جاری کیا جائے جس سے اندازہ ہوگا کہ کونسے عنوان پر کہاں کام ہو رہا ہے۔ ریسرچ اسکالرس کو ریاستی جامعات کی جانب سے اسکالرشپ فراہم کی جائے ہاسٹل کی سہولتیں اور پارٹ ٹائم ملازمت فراہم کی جائے۔ ساتھ ہی یونیورسٹی کی ویب سائٹس پر تحقیقی مقالوں کو اردو یونیکوڈ اور PDF فارمیٹ پر شامل کیا جائے جس سے انٹرنیٹ کے ذریعے دنیا بھر سے دیگر اسکالرس بھی مستفید ہوں گے۔ ریسرچ اسکالرس کو سمیناروں میں مقالہ پڑھائیں تاکہ ان کے اندر مقالہ لکھنے اور پڑھنے کی صلاحیتیں فروغ پاسکیں انہوں نے مزید کہا کہ یونیورسٹیوں میں ملازمت کیلئے انٹرویو سسٹم کے بجائے انٹرنس رکھا جائے تاکہ میرٹ آنے والے امیدواروں کو آسانی سے ملازمت مل جائے۔ اور معیاری اساتذہ کے انتخاب سے تحقیقی کام میں ترقی ہو۔ انہوں نے اردو محققین پر زور دیا کہ وہ عصر حاضر میں ٹکنالوجی سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی تحقیق کو معیاری بنائیں۔ دوسرے اجلاس کے دیگر مقالہ نگاروں میں بدر فاطمہ MANUU۔ دکنی تحقیق کے مسائل اور حل، ناہید سلطانہ HCU۔ عصر حاضر میں اردو شاعری، تحقیق اور مسائل، غوثیہ بانو HCU۔ اردو تحقیق میں موضوع کے مسائل اور حل، عرفانہ بیگم SV یونیورسٹی تروپتی۔ اردو تحقیقی مراحل اور میرے مسائل فاصلاتی تعلیم کے حوالے سے ثمیہ تمکین HCU۔ سمیہ تمکین اردو تحقیق مسائل اور حل، سراج احمد HCU۔

اردو تحقیق دیگر مضامین کے تناظر میں شامل تھے۔ یہ مقالات اردو تحقیق کے مسائل اوران کا حل اور ذاتی تحقیق میں تجربات کے عنوانات پر پیش کئے گئے۔عرفانہ بیگم نے جذباتی انداز میں کہا کہ کرنول کے سیلاب میں کتب خانوں کا بہت سے مواد بہہ گیا تھا اور ناقص ہو گیا تھا ان حالات میں انہوں نے فاصلاتی طرز تعلیم سے مواد حاصل کرتے ہوئے بڑی مشکل سے تحقیقی کام کیا ہے۔دیگر اسکالرس نے بھی اپنے تجربات بیان کئے۔

ڈاکٹر محسن جلگانوی نے اس اجلاس میں پڑھے گئے تمام مقالوں کا اپنے صدارتی خطاب میں جائزہ لیا اور مقالہ نگاروں کو مشورہ دیا کہ وہ تحقیق کے نئے زاویوں کو تلاش کریں اور اپنی تحقیق کو میعاری بنانے کی کوشش کریں۔انہوں نے کہا کہ تحقیق کسی بھی زبان وادب ہی نہیں بلکہ کسی بھی موضوع کے لئے نہایت اعلیٰ اور بلند مقام و مرتبہ رکھتی ہے، کیوں کہ تحقیق ہی کی بنیاد پر صحیح نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں ۔ضرورت اس بات کی ہیکہ ہم تحقیق کا صحیح حق ادا کریں۔حالانکہ تحقیق وتنقید کا کام تمام جامعات میں بہت اچھے انداز سے ہو رہا ہے۔انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر محمد اسلم فارقی نے آج یہاں جو مسائل اٹھائیں ان کے حل کی کوشش کی جائے۔ اوران مسائل کو دیگر جامعات میں بھی پیش کیا جائے

پرفیسر محمد انورالدین نے صدارتی خطاب کرتے ہوئے سب سے پہلے پروفیسر مظفر شہ میری کو مبارک باد دی اور کہا کہ انہوں نے اپنی کاؤشوں سے کاؤش 2013 کو کامیابی سے ہمکنار کیا ہے کام ارادے کرتے ہیں نا کہ ادارے انہوں نے پروگرام کوآرڈینٹر جے محمد شفیع اور عبدالخالق کو مبارکباد پیش کی۔ انہوں نے کہا کہ اس سمینار کے لئے پروفیسر مظفر شہ میری نے ریاست کی تمام جامعات کے ہیروں کو چن لیا۔یہی وجہہ ہے کہ تمام مقالہ نگاروں نے بہترین مقالے پیش کئے انہوں نے تحقیق کاروں کو مشورہ دیا کہ وہ محنت اور لیاقت وقابلیت سے اپنا میعار پیدا کریں۔انہوں نے ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی کے مقالہ کو اردو تحقیق کا انسائیکلو پیڈیا قرار دیا۔انہوں نے شعبہ اردو سے ریسرچ اسکالرس کیلئے رسالہ شائع کرنے اور تحقیقی مقالے لکھوانے کا مشورہ دیا۔اور جدت پر مبنی ادبی وتحقیقی پروگرام منعقد کروانے پر صدر شعبہ کو مبارک باد دی۔

کاوش 2013ء بین جامعاتی سمینار کے شرکا کے لئے یونیورسٹی گیسٹ ہاؤز میں پر تکلف ظہرانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ریسرچ اسکالرس اوراساتذہ نے دوستانہ ماحول میں سمینار کی کامیابی کا تذکرہ کرتے ہوئے اوراسالرس کی ایک دوسرے کے ساتھ تحقیقی گفتگو کے ماحول میں لنچ کیا۔ظہرانے کے فوری بعد سمینار کے تیسرے سیشن کا آغاز 3 بجے دن ہوا۔اس سیشن کی صدارت ڈاکٹر رضوانہ معین اسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو اور ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی نے کی۔ پہلے مقالہ نگار محمد عبدالعزیز سہیل عثمانیہ یونیورسٹی نے ''انٹرنیٹ اردو تحقیق میں مواد کی فراہمی کا جدید ذریعہ مسائل اوران کا حل'' کے عنوان پر پیش کیا۔جس میں انہوں نے عصری دور میں انٹرنیٹ پر موجود تحقیقی مواد کی اہمیت بیان کی اوراس تک رسائی کے لئے اردو یونیکوڈ کی اہمیت واضح کی۔انہوں نے اردو کے فروغ میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ ٹکنالوجی کی اہمیت کو اجاگر کیا ساتھ ہی مختلف اردو کی ویب سائٹس کا مختصراً تعارف رکھا۔تیسرے سیشن میں جملہ 15 مقالہ پڑھے گئے جو اردو تحقیق مسائل اور حل کے عنوان پر پڑھے گئے ان میں، محمد عقیل احمد عثمانیہ یونیوسٹی۔موضوع کا انتخاب اور بیرون ملک اردو تحقیق ، فیروز احمد SV یونیورسٹی۔اردو تحقیق مسائل اور حل، آمنہ آفرین HCU ۔ یونیورسٹی ریسرچ اسکالر کے مسائل، شاہانہ مریم HCU ۔ یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق، وسیم بیگم HCU ۔تحقیق میں بکھرے ہوئے مواد کے مسائل، واجدہ بیگم ۔فرد پر تحقیق کے مسائل، رئیسہ بیگم، بلال احمد۔

تحقیق کے عمومی مسائل، محمد ہلال۔تحقیق میں حصول مواد کی دشواریاں، نشاط بیگم HCU، زرینہ خانم HCU۔نفسیاتی تحقیق کے مسائل، میر رحمت، حمیدہ بیگم۔زندہ شخص پر تحقیق کے مسائل، رئیسہ بیگم۔تخلیق پر تحقیق، نغمہ پروین موضوع کا انتخاب اور نشاط احمد سندی تحقیق کے مسائل' شامل تھے۔ان مقالہ نگاروں نے اپنے مطالعے' تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں تحقیق کے مسائل پیش کئے اور کہا کہ موضوعات کی تکرار سے بچا جائے۔مواد کی فراہمی کی دشواریوں پر مناسب رہبری ہو۔زندہ شخص پر تحقیق کم ہو اور یہ کہ عمومی طور پر تحقیق کے دوران پیش آنے والی مشکلات کو دور کرنے کے لئے مناسب رہبری ہو۔فاصلاتی تعلیم سے تحقیق کرنے والوں کے ساتھ امتیاز برتا نہ جائے۔اور ایسے موضوعات نہ دئے جائیں جن پر وسائل کی عدم موجودگی کے سبب کام ممکن نہ ہو۔

اجلاس کے اختتام پر ڈاکٹر اسلم فاروقی نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ دور حاضر میں ٹکنالوجی سے ہم آہنگ ہونا ضروری ہے۔انٹرنیٹ پر مواد کی فراہمی کے جدید ذرائع موجود ہیں۔تمام ہی ریسرچ اسکالرس نے جذبے اور بے باکی کے ذریعہ مقالے پڑھے ہیں انہوں نے کہا کہ اچھا پڑھنے کیلئے اچھا سننا بھی ضروری ہے اردو کے تلفظ میں بہتری لانے کے لئے انہوں نے انٹرنیٹ پر موجود اردو نثر اور شاعری کی سماعت کا مشورہ دیا۔انہوں نے مقالہ سنانے والے تمام ریسرچ اسکالرس کی ہمت افزائی فرمائی۔اور تحقیق کے عنوان سے متعلق مکمل معلومات کے ذریعہ اپنی تحقیق کو معیاری بنانے کا مشورہ دیا۔ پروفیسر رضوانہ معین صاحبہ شعبہ اردو HCU نے اپنے صدارتی خطاب میں تمام اسکالرس کے مقالوں کا انفرادی جائزہ پیش کیا۔انہوں نے کہا کہ محقق کے اندر خود اعتمادی بڑھی ہے۔حوصلہ پیدا ہوا ہے مجھے خوشی ہوئی کہ ریسرچ اسکالرس نے جن مسائل کو اٹھایا ہے ان کا حل پیش کرنے کی بھی کامیاب کوشش کی ہے۔انہوں نے کہا کہ انٹرنیٹ سے متعلق معلومات حاصل کرنا وقت کا اہم تقاضہ ہے۔نگران تحقیق کار کی حوصلہ افزائی کریں انہوں نے کیا خوب کہا کہ تحقیق پھولوں کی سیج نہیں ہے تحقیق دقت طلب کام ہے محققین آسانی سے کام نہ لیں۔تحقیق کے اصولوں سے واقف ہو کر اپنی تحقیق کو معیاری بنانے کی کوشش کریں۔ناہید سلطانہ کے شکریہ پر تیسرے سیشن کا اختتام ہوا۔

تیسرے سیشن کے بعد اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔اختتامی تقریب کی نظامت ثمینہ تمکین نے کی اس موقع پر عرشیہ جبین پروفیسر HCU نے اپنے خطاب میں کہا کہ ڈاکٹر اسلم فاروقی کا مقالہ کلیدی خطبہ کی اہمیت کا حامل رہا۔انہوں نے کہا کہ نگران اور محقق کے درمیان ذہنی تال میل کا ہونا ضروری ہے۔ریسرچ اسکالرس کی بھی ذمہ داری ہے کہ محنت لگن اور جستجو سے تحقیق پر توجہ دیں اور اپنی تحقیق کو منفرد بنائیں۔تحقیق کے دوران دلچسپی، محنت اور لگن سے اپنا نام روشن کریں۔ڈاکٹر محمد اسلم فاروقی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ریسرچ اسکالر فون یا انٹرنیٹ کے ذریعے ایک دوسرے کے ساتھ رابطے میں رہیں۔اپنے مسائل کو دوسروں کے ساتھ شئیر کریں اور حل تلاش کریں تحقیق کے ذریعے اپنے مستقبل کو تابناک بنائیں۔آج ہم نے تحقیق کے مسائل کے حل کی کوشش کی اسی طرح ہمیں اپنے گھر' سماج اور ملک کے مسائل پر بھی توجہ دینی ہے اور مل کر کام کرنا ہے۔ انہوں نے سمینار کے کامیاب انعقاد پر منتظمین کو مبارکباد پیش کی۔اور کہا کہ آئندہ بھی اس طرح کے جدت سے بھرے موضوعات پر ریسرچ اسکالرس کے لئے سمینار منعقد ہونے چاہئیں۔

اختتامی خطاب اور شکریہ کے فرائض پروفیسر نشاط احمد نے انجام دیئے انہوں نے کہا کہ کاوش کی کامیابی کا پہلا زینہ ہے حق اور حقیقت سے انحراف نہ کریں صداقت، عدالت اور شجاعت کے اوصاف کے ساتھ عمل پیراں ہوں۔انہوں نے سمینار کے کامیاب انعقاد پر کنوینر، صدر شعبہ اور دیگر احباب کا شکریہ ادا کیا۔اس طرح سے منفرد انداز کا یہ تعمیری پروگرام کامیاب انعقاد عمل میں آیا۔سمینار میں شریک تمام مقالہ نگاروں کو کاوش 2013ء کے خوبصورت سرٹیفکیٹ بھی دئے گئے۔(حوالہ:انٹرنیٹ پر دستیاب مضامین)